نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ



ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو

بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

شمارہ نمبر 141 | شعبان 1438ھ | مئی 2017ء

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے عہد کے وہ عظیم محدث، مجتہد، مجاہد، مفتی اور غیور ناقد تھے جنھوں نے موقع کی مناسبت سے باطل مذاہب ومسالک کے ردود بھی لکھے اور فلسفیانہ و منطقیانہ موشگافیوں کی اصل حقیقت بھی واضح فرمائی، نیز عوام کے مسائل ہوں یا علماء کی ذہنی الجھنیں، آپ نے اپنے فتاویٰ کے ذریعے سے ان کا بہترین حل پیش کیا جو آج بھی اس راہ کے راہیوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ علامہ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ (م ۷۴۴ھ) فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے علماء کی محافل ومجالس میں پرورش پائی۔ آپ علم وفہم کے جام سے (علمی رس) چوسنے والے اور تفقہ کے باغات میں خوشہ چینی کرنے والے تھے، فنون میں سے ہر فن کی تعلیم حاصل کی اور ان پر مکمل عبور پایا، بالخصوص علوم القرآن، علوم الحدیث اور اس کے متعلقات میں اعلیٰ بصیرت پائی۔ (العقود الدریہ ص ۲۱)

احسن الحدیث | فقہ الحدیث | توضیح الاحکام | فضائل و مناقب | تحقیق و تنقید



مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک پاکستان

تعارف

جامعہ اہل الحدیث حضرو ضلع اٹک

- عرصہ دراز سے محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی زیرِ نگرانی دینِ حنیف کی خدمت میں مصروف عمل رہا ہے۔
- جامعہ سے اب تک بیسیوں حفاظ، علماء اور محققین فیض یاب ہو چکے ہیں جو ملک و بیرون ملک دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔
- جامعہ ہذا محدث العصر رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اسی منہج کے مطابق علمی فروغ کے لیے کوشاں ہے۔

ادارے میں درج ذیل شعبہ جات قائم ہیں

تحفیظ القرآن
کم سے کم مدت میں پختہ منزل کے ساتھ قرآن مجید حفظ کرایا جاتا ہے اور بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ یہ شعبہ ماہر اساتذہ کی نگرانی میں کامیابی کی طرف گامزن ہے۔

تجوید القرآن
جس میں اصولِ تجوید کے مطابق مشق، حدر اور منزل پختہ کرانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

درسِ نظامی
چھ سالہ کورس، وفاق المدارس السلفیہ کے نصاب کے عین مطابق ہے۔ عصری علوم کا ذوق رکھنے والے ذہین و فطین طلباء کی بھرپور حوصلہ افزائی اور مکمل راہنمائی کی جاتی ہے۔

جامعہ عائشہ للبنات
جس میں طالبات کی تعلیم و تربیت کے لیے چار سالہ درسِ نظامی کا کورس ہے۔

تحقیق و تصنیف
اس شعبے میں اہم موضوعات پر کتاب و سنت کی روشنی میں تحقیق و تنقیح کے بعد کتابیں تصنیف کی جاتی ہیں جو ایک عرصے سے خوش اسلوبی کے ساتھ یہ فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔

لائبریری
ملک کی چند اہم اور بڑی لائبریریوں میں اس کا شمار ہوتا ہے جس میں حدیث، تفسیر، اسماء الرجال، تاریخ، ادب اور دیگر کئی موضوعات پر نادر کتب موجود ہیں۔ جگہ کی تنگی کے باعث لائبریری کو مزید وسعت دی جا رہی ہے، دوسرے فلور کی تعمیر کا آغاز عنقریب ہو رہا ہے جو یقیناً احباب کی توجہ کا حامل پروجیکٹ ہے۔ بعض موضوعات پر ریسرچ کرنے کے لیے دور دراز سے آنے والے ریسرچرز کی رہائش اور کھانا ادارے ہی کے ذمے ہے۔

دار الافتاء
روز مرہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل کا حل کتاب و سنت کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ خط کتابت، انٹرنیٹ اور فون کے ذریعے سے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بعض حضرات بنفس نفیس حاضر ہوتے ہیں اور قلبی اطمینان کے بعد واپس جاتے ہیں۔

مجلہ اشاعۃ الحدیث
خالص کتاب و سنت کی دعوت پر مبنی ہے جو عرصہ بارہ (۱۲) سال سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ متلاشیانِ حق کے لیے مشعل راہ ہے اور بے شمار لوگ اس کے ذریعے سے دعوتِ حق قبول کر چکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس رسالے کو ہر سو عام کیا جائے اور اس کی مسلسل اشاعت کے لیے بھرپور تعاون کیا جائے۔

الداعی الی الخیر حافظ شیر محمد الاثری مدیر جامعہ اہل الحدیث حضرو
0300-5288783

Account No: 0010016983950020 Branch Code: 0105 Allied Bank Hazro

نضر الله امرءً اسمع منا حديثًا فحفظه حتى يبلغه

ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو

جلد: 13 | شعبان 1438ھ | مئی 2017ء | شمارہ: 05

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ



بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مدیر

حافظ ندیم ظہیر

معاون مدیر

نصیر احمد کاشف

قیمت

فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 500 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

بذریعہ ایزی پیسہ

ID Card No:
37405-0348363-7
Mobile:
نصیر احمد کاشف: 0301-4112248

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث حضرو، اٹک پاکستان

ishaatulhadith@gmail.com

ishaatulhadith.com ishaatulhadith

0300-8663828

ناشر حافظ شیر محمد الاثری 0300-5288783 مقامِ اشاعت مکتبۃ الحدیث حضرو ضلع اٹک



اس شمارے میں



تفسیر سورۂ مائدہ (۴۲۔۴۳)

﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''وہ بہت سننے والے ہیں جھوٹ کو، بہت کھانے والے ہیں حرام کو، پھر اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کریں یا ان سے اعراض کرلیں اور اگر آپ ان سے اعراض کرلیں تو ہرگز وہ آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں گے اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کیجیے، بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے جبکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر وہ اس کے بعد روگردانی کرتے ہیں اور یہ لوگ ہرگز مومن نہیں۔'' (المائدۃ:۴۲،۴۳)

فقہ القرآن:

* ﴿سَمّٰعُوْنَ﴾ سَمْعٌ مصدر سے صیغۂ مبالغہ جمع مذکر، خوب کان لگا کر سننے کو کہتے ہیں، بعض کے نزدیک سَمَّاع بمعنی جاسوس بھی ہے، ایسا شخص جو جاسوسی کے لیے کان دھرے، جیسا کہ گزشتہ آیت (۴۱) سے بھی واضح ہوتا ہے۔

* ﴿لِلسُّحْتِ﴾ سُحْتٌ کا لفظ کمائی اور مال سے مختص ہے، یعنی ایسا رزق جو باعثِ ننگ و عار ہو، جیسے خنزیر یا کتے کی کمائی، ناجائز طریقوں سے کمائی ہوئی دولت اور رشوت وغیرہ۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''السُّحْتُ: الرِّشَا'' یعنی سُحْتٌ سے مراد رشوت ہے۔ (تفسير طبري ٤/ ٥٣٤ وسنده صحيح)

امام قتادہ رحمہ اللہ نے ﴿اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ﴾ کی تفسیر میں فرمایا: ''الرِّشَا'' یعنی وہ رشوت کھانے والے ہیں۔ (تفسير طبري ٤/ ٥٣٤ وسنده صحيح)

یہود کی کئی بری خصلتوں کا تذکرہ ہو چکا ہے، زیرِ نظر آیت میں بھی ان کی دو خصلتیں: جاسوسی اور رشوت خوری کا بیان ہے، یعنی رشوت کے ذریعے سے فیصلوں میں ہیر پھیر ان کا معمول تھا۔

مطلق سحت (حرام) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((يَا كَعْبُ بْنَ عُجْرَةَ، إِنَّهُ لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ سُحْتٍ)) ''اے کعب بن عجرہ! یقیناً وہ شخص ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا گوشت (پرورش) حرام سے ہوئی۔''

(سنن الدارمي : ٢٨١٨ وسنده حسن)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ''لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّاشِيَ وَ الْمُرْتَشِيَ'' رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے اور لینے والے (دونوں) پر لعنت فرمائی ہے۔ (سنن أبي داود: ٣٥٨٠ وسنده حسن)

* ﴿فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ اس آیت کے بارے میں اہل علم کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض کے نزدیک یہ منسوخ ہے اور بعض کے نزدیک یہ غیر منسوخ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آیت: ﴿فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ ''اگر یہ (یہود) آپ کے پاس آئیں تو آپ ان میں فیصلہ فرمائیں یا اعراض کرلیں۔'' پھر اسے منسوخ کر دیا گیا اور فرمایا: ﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (مائدة: ٤٨) ''آپ ان میں فیصلہ فرمائیں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے نازل کی۔''

(سنن أبي داود: ٣٥٩٠ وسنده حسن)

پہلے نبی کریم ﷺ کو فیصلہ کرنے میں اختیار تھا کہ فیصلہ فرمائیں یا اعراض کریں، لیکن آخر الذکر آیت کے بعد پہلا حکم منسوخ ہے یعنی بعد ازاں ان میں فیصلہ کرنا ضروری تھا۔

* ﴿وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ﴾ امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ انھیں (یہود و نصاریٰ کو) حقوق و مواریث میں ان کے دین والوں کی طرف لوٹایا جائے گا، اِلَّا یہ کہ وہ کسی حد کے بارے میں برضا و رغبت آئیں کہ ہم اس میں فیصلہ کریں تو ہم

کتاب اللہ کے ذریعے سے ان کا فیصلہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا:
﴿وَاِنۡ حَكَمۡتَ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ﴾ ''اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف
کے ساتھ فیصلہ کریں۔'' (مصنف عبد الرزاق ١٠/ ٣٢١ ح ١٩٢٣٨ وسنده صحيح)

* ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ﴾ ''بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''
حکمِ انصاف کے بعد اس کی فضیلت بھی واضح فرمادی گئی ہے کہ انصاف کرنے والوں
سے اللہ محبت کرتا ہے جس سے اس کی اہمیت مزید نمایاں ہوجاتی ہے۔

* ﴿وَكَيۡفَ يُحَكِّمُوۡنَكَ وَعِنۡدَهُمُ التَّوۡرٰىةُ ......﴾ امام مقاتل بن حیان رحمہ اللہ
اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس میں شادی شدہ مرد و عورت کے رجم (کا حکم) ہے،
محمد ﷺ پر ایمان اور ان کی (تعلیمات کی) تصدیق کا حکم ہے۔ نیز فرمایا: ﴿يَتَوَلَّوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ
ذٰلِكَ﴾ سے مراد بیان (وضاحت و ثبوت) کے بعد حق سے پھرنا ہے۔ اور ﴿وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ
بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ سے یہودی مراد ہیں۔ (تفسير ابن أبي حاتم ٤/ ١١٣٧ وسنده حسن)

صاحبِ اشرف الحواشی لکھتے ہیں: ''یہاں ان کی جہالت اور عناد کا بیان ہے یعنی وہ
جانتے ہیں کہ جو مقدمہ آپ کے پاس لا رہے ہیں اس کا فیصلہ توراۃ میں موجود ہے۔ تاہم آپ
کے پاس اس لیے مقدمہ لاتے ہیں کہ شاید آپ کا فیصلہ توراۃ کی بہ نسبت کچھ ہلکا ہو لیکن جب
آپ کا فیصلہ بھی وہی ہوتا ہے جو توراۃ کا ہوتا ہے تو وہ اسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں جس
سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ تو وہ توراۃ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آپ پر۔ اصل میں یہ اپنی اغراض
کے بندے ہیں اور ان کا مقصدِ حیات ہی دنیوی مصالح کا حاصل کرنا ہے۔'' (ص ١٣٨)

* ﴿وَعِنۡدَهُمُ التَّوۡرٰىةُ فِيۡهَا حُكۡمُ اللّٰهِ﴾ یہاں ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ ہے
کہ تورات میں رجم سے متعلق اللہ کا حکم موجود ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ قرار دیا اور
اسے برقرار بھی رکھا، کیونکہ نہ اس کی تردید کی اور نہ اسے منسوخ ہی کہا، لہٰذا جو لوگ یہ سمجھتے
ہیں کہ قرآن مجید میں رجم کا حکم موجود نہیں ان کے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ کہیں رجم کا انکار کر کے
یہودیانہ روش تو اختیار نہیں کر رہے۔ والعیاذ باللہ

فقہ الحدیث

٥٥٥) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ: اِنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: مَا يَحِلُّ لِيْ مِنِ امْرَأَتِيْ وَهِيَ حَائِضٌ؟ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**تَشُدُّ عَلَيْهَا اِزَارَهَا، ثُمَّ شَأْنُكَ بِاَعْلَاهَا**)). رَوَاهُ مَالِكٌ وَالدَّارِمِيُّ مُرْسَلاً . زید بن اسلم رحمہ اللہ کا بیان ہے، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میرے لیے میری بیوی سے کیا حلال ہے، جبکہ وہ حائضہ ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا ازار مضبوطی سے باندھ، پھر (ازار سے) اوپر والا حصہ تیرے لیے حلال ہے۔'' اسے مالک اور دارمی نے مرسل بیان کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: حسن.

تخریج: موطأ امام مالك ١/ ٥٧ ح ١٢٢ ، سنن الدارمي ١/ ٢٤١ ح١٠٣٧

اس کی سند مرسل ہے، لیکن اپنے حسن لذاتہ شاہد کی وجہ سے حسن ہے۔ (دیکھئے سنن ابی داود: ٢١٢ وغیرہ)

فقہ الحدیث:

* حالتِ حیض میں بیوی سے ہمبستری کرنا حرام ہے۔
* اگر حرام میں واقع ہونے کا خدشہ نہ ہو تو ازار سے اوپر والے حصے سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، یعنی بوس وکنار وغیرہ۔

٥٥٦) وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كُنْتُ اِذَا حِضْتُ نَزَلْتُ عَنِ الْمِثَالِ عَلَى الْحَصِيْرِ ، فَلَمْ نَقْرُبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ نَدْنُ مِنْهُ حَتّٰى نَطْهُرَ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ . سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے جب حیض آتا تو میں بستر سے اتر کر چٹائی پر آجاتی، پھر ہم (زوجات) جب تک پاک نہ ہو جاتیں، رسول اللہ ﷺ کے قریب نہ ہوتی تھیں۔ اسے ابوداود نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: إسناده ضعيف.

تخریج: سنن أبي داود: ٢٧١

ابوالیمان الرحال مستور ہے اور ام ذرہ مجہولۃ الحال ہے۔



توضیح الاحکام

سوال وجواب ۔ تخریج الاحادیث ۔ حافظ ندیم ظہیر

سوال کیا کسی حدیث میں نماز فجر کے بعد سونے کی ممانعت ہے، وضاحت کر دیں۔ (حافظ عثمان صادق، اوکاڑہ)

جواب اس سے قبل کے مطلوبہ روایت سے متعلق بات کی جائے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ فجر سے متصل بعد والا وہ وقت ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے بطور دعا فرمایا: ((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِھَا)) ''اے اللہ! میری امت کے لیے صبح کے وقت میں برکت فرما۔'' (صحیح، سنن أبي داود: ٢٦٠٦، سنن الترمذي: ١٢١٢، سنن ابن ماجه: ٢٢٣٦، سنن سعيد بن منصور: ٢٣٨٢، مسند أحمد ٣/ ٤١٦ وغيره)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صبح کے وقت میں برکت ہے، لہٰذا اسے سو کر یا لغویات و فضولیات میں پڑ کر ضائع نہیں کرنا چاہیے، البتہ کسی صحیح حدیث میں سونے کی ممانعت نہیں، جن میں ممانعت کا ذکر ہے وہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

* امالی المحاملی (١٨٩) میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ النَّوْمِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ...... '' رسول اللہ ﷺ نے طلوع آفتاب سے پہلے سونے سے منع کیا ہے۔

جائزہ: اس روایت کی سند میں تین علتیں ہیں:

١: نوفل بن عبدالملک

اسے حافظ ابن حجر نے مستور کہا ہے۔ (التقريب: ٧٢١٥)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''لَیْسَ بِشَيْءٍ'' (سؤالات ابن الجنيد: ٣٥٣)

٢: ربیع بن حبیب

اس کی روایات کو حافظ ابن عدی نے غیر محفوظ قرار دیا ہے۔ (الکامل ٣/ ٩٩٥)

۳: قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ "النَّوم" تصحیف ہے، جیسا کہ سنن ابن ماجہ (۲۲۰٦) میں: "نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ السَّوْمِ......" ہے۔

مذکورہ بالا علتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ روایت ضعیف اور نا قابل حجت ہے۔

شعب الایمان للبیہقی (۴۴۰٦) میں بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی فَاطِمَةَ بَعْدَ أَنْ صَلَّى الصُّبْحَ وَ هِيَ نَائِمَةٌ......" رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے، جبکہ آپ صبح کی نماز کے بعد سورہی تھیں، آپ نے فرمایا: "اے میرے بیٹی! غافلوں میں سے مت ہو، طلوع فجر سے طلوع شمس تک لوگوں کے درمیان رزق کی تقسیم ہوتی ہے، لہٰذا (بیدار رہ کر) اس میں شمولیت اختیار کر۔"

جائزہ: یہ روایت سخت ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں عبدالملک بن ہارون بن عنترہ متروک و متہم بالکذب راوی ہے، دیکھئے کتب جرح وتعدیل وغیرہ۔

ہمارے علم کے مطابق ایسی کوئی صحیح حدیث نہیں جس میں نماز فجر کے بعد سونے سے ممانعت وارد ہو، لہٰذا نماز فجر کے بعد اگر سونے کی حاجت ہو تو سویا بھی جا سکتا ہے، تاہم وقتِ صبح بہترین مصروفیت میں گزارنا باعثِ برکت ضرور ہوگا۔ ان شاء اللہ

سوال کیا حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے؟ دلائل سے واضح کر دیں۔ (عبدالرحمٰن انصاری، سعودی عرب)

جواب شریعتِ اسلامیہ میں ہر معاملے کے اصول وضوابط موجود ہیں۔ طلاق بھی انھیں میں سے ایک ہے، یعنی اگر طلاق دینے کی نوبت آجائے اور اس کے بغیر گزارہ ہی نہ ہو، تب بھی شرعی قواعد کی پابندی ضروری ہے بصورت دیگر وہ انسان گناہ گار ہوگا۔

حالتِ حیض میں طلاق دینا پسندیدہ امر نہیں ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اپنی بیوی کو انھیں ایام میں طلاق دی، پھر نبی کریم ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا: ((مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا)) "اسے حکم دو کہ وہ رجوع کرلے۔" (صحيح البخاري: ٥٢٥٢)

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الطلاق کے ایک باب میں یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں:
”وَطَلَاقُ السُّنَّةِ أَنْ يُطَلِّقَهَا طَاهِرًا مِنْ غَيْرِ جِمَاعٍ وَ يُشْهِدُ شَاهِدَيْنِ“
سنت کے مطابق طلاق یہی ہے کہ حالتِ طہر میں طلاق دی جائے، جبکہ ہمبستری نہ کی ہو اور (اس پر) دو گواہ مقرر کر لیے جائیں۔ (صحيح البخاري قبل حديث: ٥٢٥١)

حالتِ حیض میں طلاق دینا غیر مسنون ہے، یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فوراً رجوع کا حکم دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی ان ایام میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو کیا وہ طلاق واقع (شمار) ہوگی؟

تو اس بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی روایت صریح ہے، وہ فرماتے ہیں: ”حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ“ یعنی حالت حیض میں دی گئی طلاق مجھ پر شمار کی گئی تھی۔

(صحيح البخاري: ٥٢٥٣)

اسی پر جمہور اہل علم کا فتویٰ ہے، بعض علماء نے ” وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا“ کی بنیاد پر اختلاف کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کچھ نہ سمجھا، یعنی شمار نہیں کیا۔

(سنن أبي داود: ٢١٨٥ وغيره)

لیکن یہ کلام عدم شمار کے لیے صریح نص نہیں، جیسا کہ جمہور نے اسے لائق التفات نہیں سمجھا اور اسے محتمل قرار دیا، کیونکہ اس کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس عمل کو درست اور صحیح نہ سمجھا، یا رجوع سے مانع نہ سمجھا اور ”حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ“ کے مقابلے میں یہی مفہوم راجح بھی قرار پاتا ہے۔ واللہ اعلم

خلاصہ بحث: حالتِ حیض میں طلاق دینا غیر مسنون ہے، لہٰذا اجتناب کرنا چاہیے، لیکن اگر کوئی دے بیٹھے تو وہ واقع (شمار) ہو جائے گی۔

اہل ایمان کے اخلاق

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اُسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ (ہمیشہ) بہترین بات کہے یا خاموش رہے۔''

تخریج: أخرجه البخاري في الأدب، رقم (٦٠١٨)، ومسلم في الإيمان، رقم (٤٧)

فقه الحديث: ۱) اس حدیث میں دلیل ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ''جو کوئی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے'' پھر وہ مذکورہ اعمال کرے، اس کی عمدہ دلیل ہے۔

۲) ایمان کے اعمال کبھی تو حقوق اللہ سے متعلق ہوتے ہیں، جیسے: فرائض کی ادائیگی، محرمات سے اجتناب کرنا وغیرہ، اسی زمرے میں خیر کی بات کہنا، اور بری بات سے بچنا بھی شامل ہیں۔

کبھی ان اعمال کا تعلق حقوق العباد سے بھی ہوتا ہے، جیسے مہمان کی تکریم، پڑوسی کی تکریم، انہیں تکلیف پہنچانے سے گریز کرنا، وغیرہ۔

۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ زبان کی حفاظت واجب ہے، اسے بھلائی کے راستے سے ہٹا کر شتر بے مہار نہیں چھوڑا جا سکتا اور یہ ادب، احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بکثرت سکھایا گیا ہے، مثلاً: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث جو مسند احمد (۲۹۹/۴ وسندہ صحیح) اور صحیح ابن

حبان (۲/۹۷) وغیرہما میں موجود ہے، کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَأَطْعِمِ الْجَائِعَ، وَاسْقِ الظَّمْآنَ، وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ، وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ، فَإِنْ لَمْ تُطِقْ ذٰلِكَ، فَكُفَّ لِسَانَكَ إِلَّا مِنَ الْخَيْرِ)) ''بھوکے کو کھانا کھلاؤ، پیاسے کو پانی پلاؤ، نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو، اگر ان کاموں کی طاقت نہیں رکھتے تو اپنی زبان کو بھلائی کے علاوہ دیگر امور میں روک کر رکھو۔''

اسی لیے سلف صالحین زبان کو لایعنی باتوں سے بچانے کے لیے بہت جد و جہد اور خاص اہتمام کرتے تھے۔

۴) ہمیشہ خاموش رہنا اور اسے نیک عمل سمجھنا، یا کسی خاص عمل کے دوران میں، مثلاً حج، روزہ، اعتکاف، وغیرہ میں ایسا کرنا قطعاً درست نہیں کیونکہ شریعت نے ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی۔

علامہ نووی رحمہ اللہ نے کہا: جان لو! ہر مکلّف انسان کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ اپنی زبان کی ہر قسم کی گفتگو سے حفاظت کرے۔ صرف وہی گفتگو کرے جس میں مصلحت واضح ہو اور جہاں مصلحت کے اعتبار سے بولنا اور خاموش رہنا دونوں برابر ہوں، تو وہاں خاموش رہنا ہی سنت ہے، کیونکہ بعض اوقات جائز گفتگو بھی حرام یا مکروہ تک پہنچا دیتی ہے اور ایسا عام ہے، جبکہ سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ (ریاض الصالحین ص۵٦۹)

۵) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پڑوسی کی تکریم واجب اور اسے تکلیف دینا حرام ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ....﴾ ''اور اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ، اور والدین کے ساتھ احسان کرو، اور قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں، قرابت دار ہمسائے، اور اجنبی ہمسائے کے ساتھ بھی......'' (٤/ النساء: ٣٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! فلاں عورت رات کو نماز (تہجد) بھی پڑھتی ہے، اور دن کے روزے بھی رکھتی ہے، جبکہ اس کی زبان میں برائی ہے، اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے، نبی کریم ﷺ نے



فرمایا: ((لَا خَیْرَ فِیهَا، هِیَ فِی النَّارِ))''اس میں کوئی خیر نہیں، وہ جہنم میں ہے۔''

نیز آپ سے دریافت کیا گیا کہ فلاں عورت فرض نماز اور رمضان کے روزے رکھتی ہے اور کبھی کبھار صدقہ بھی کر دیتی ہے (یعنی نفلی عبادت کم ہے) جبکہ پڑوسی کو اپنی زبان سے ایذا و تکلیف نہیں پہنچاتی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((هِيَ فِی الْجَنَّةِ))''وہ جنت میں ہے۔''

(صحيح، الأدب المفرد (١١٩) وصححه ابن حبان (٥٧٦٤) والحاكم ٤/ ١٨٤ والذهبي)

٦) مہمان کی عزت اور اس کی خاطر داری کرنا واجب ہے۔ ضیافت تین دن تک ہوتی ہے اور مہمان کی خاطر داری ایک دن و رات ہے، سیدنا ابو شریح رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، میری دونوں آنکھوں نے رسول اللہ ﷺ کا دیدار کیا جس وقت آپ فرما رہے تھے: ((...... مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ)) قَالَ: وَمَا جَائِزَتُهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ.)) ''جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ، اپنے مہمان کی جائز تکریم کرے۔'' صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جائزہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ایک دن و رات اور ضیافت تین دن تک ہے، اس کے بعد جو ہوگا وہ صدقہ ہے۔'' (صحيح البخاري: ٦١٣٥)

اسی طرح کسی مہمان کے لیے بھی مناسب نہیں کہ وہ میزبان کے ہاں اتنا لمبا عرصہ ٹھہرے کہ اسے تکلیف میں ڈال دے۔ سیدنا ابو شریح رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، وَجَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَلَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَنْ يُقِيمَ عِنْدَ أَخِيهِ حَتَّى يُؤْثِمَهُ))، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ يُؤْثِمُهُ؟ قَالَ: ((يُقِيمُ عِنْدَهُ وَلَا شَيْءَ لَهُ يَقْرِيهِ بِهِ)). ''مہمان نوازی تین روز تک ہے، اور خاطر داری ایک دن و رات ہے، بعد ازاں مہمان پر جو خرچ کیا گیا وہ صدقہ ہے، اس (مہمان) کے لیے جائز نہیں کہ میزبان کے پاس اتنا ٹھہرے کہ اسے گنہگار کر دے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اسے گنہگار کیسے کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ''اس کے پاس اتنا ٹھہرے کہ وہ اس کی مہمان نوازی سے عاجز آ جائے۔'' (صحیح مسلم: ٤٨)

پروفیسر محمد حسین کنبھر

فتنہ انکار حدیث اور عزیز اللہ بوہیو (قسط:6)

٤) امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:"مَا كَتَبْنَا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَّا الْقُرْآنَ وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ" ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے علاوہ کچھ نہیں لکھا اور جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔(صحيح البخاري:3179)

اس صحیفے میں کیا تھا؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:"العَقْلُ، وَفَكَاكُ الأَسِيرِ، وَلاَ يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ" دیت اور قیدیوں کی رہائی اور یہ کہ کوئی مسلمان کسی کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ (صحيح البخاري:111)

٥) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا وہ سب لکھ لیا کرتا تھا تاکہ اسے یاد کرسکوں۔ (کچھ) قریشیوں نے مجھے ایسا کرنے سے روک دیا اور کہا کہ آپ جو بات سنتے ہیں وہ لکھ لیتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر یعنی انسان ہیں، غصے اور خوشی کی حالت میں (بھی) گفتگو کرتے ہیں، لہٰذا میں نے لکھنا ترک کر دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس بات کا) ذکر کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے دہن (مبارک) کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ((**اكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ**)) "لکھو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس (منہ) سے سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکلتا۔" (سنن أبي داود:3646، وسنده صحيح، مسند أحمد:65/10)

٦) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:" أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَتَعَلَّمْتُ لَهُ كِتَابَ يَهُودَ، وَقَالَ: ((**إِنِّي وَاللهِ مَا آمَنُ يَهُودَ عَلَى كِتَابِي**)) فَتَعَلَّمْتُهُ، فَلَمْ يَمُرَّ بِي إِلَّا نِصْفُ شَهْرٍ حَتَّى حَذَقْتُهُ، فَكُنْتُ أَكْتُبُ لَهُ إِذَا كَتَبَ وَأَقْرَأُ لَهُ، إِذَا كُتِبَ إِلَيْهِ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تو میں نے یہودیوں کی تحریر سیکھ لی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ کی قسم! میں یہودیوں سے جو کچھ لکھوا تا ہوں اس پر مجھے اعتماد نہیں

ہے۔'' چنانچہ میں نے (یہودیوں کی زبان) سیکھ لی۔ دو ہفتے نہ گزرے کہ میں اس میں خوب ماہر ہو گیا، پھر آپ (ﷺ) کو جب کچھ لکھوانا ہوتا تو میں ہی لکھا کرتا تھا اور جب کوئی تحریر آپ کے پاس آتی تو آپ کو پڑھ کر (بھی) سناتا تھا۔

(سنن أبي داود: 3645، وسنده حسن، سنن الترمذي:2715)

۷) ابوقبیل حیی بن ہانی المعافری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِيْ، وَسُئِلَ: أَيُّ الْمَدِينَتَيْنِ تُفْتَحُ أَوَّلًا: الْقُسْطَنْطِينِيَّةُ أَوْ رُومِيَّةُ؟ فَدَعَا عَبْدُ اللّٰهِ بِصُنْدُوقٍ لَهُ حَلَقٌ، قَالَ: فَأَخْرَجَ مِنْهُ كِتَابًا، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: بَيْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ نَكْتُبُ، إِذْ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَيُّ الْمَدِينَتَيْنِ تُفْتَحُ أَوَّلًا: قُسْطَنْطِينِيَّةُ أَوْ رُومِيَّةُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((**مَدِينَةُ هِرَقْلَ تُفْتَحُ أَوَّلًا**)) يَعْنِيْ قُسْطَنْطِينِيَّةَ ''

ہم عبداللہ بن عمرو بن العاصی (رضی اللہ عنہما) کے پاس موجود تھے اور ان سے پوچھا گیا کہ دو شہروں میں سے کون سا شہر سب سے پہلے فتح ہو گا۔ قسطنطنیہ یا رومیہ؟ پھر عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے حلقوں والا صندوق منگوایا۔ (ابوقبیل رحمہ اللہ نے) کہا: پھر اس (صندوق) میں سے ایک کتاب نکالی۔ (راوی نے) کہا: پھر عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس لکھ رہے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ دو شہروں میں سب سے پہلے کون سا شہر فتح ہو گا؟ قسطنطنیہ یا رومیہ؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے ہرقل کا شہر'' یعنی قسطنطنیہ۔

(مسند أحمد 177/2ح6645، و سنده صحيح، المستدرك للحاكم 555/4، 422/4)

۸) معبد بن ہلال رحمہ اللہ سے روایت ہے: '' كُنَّا إِذَا أَكْثَرْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه أَخْرَجَ إِلَيْنَا مَحَالًا عِنْدَهُ، فَقَالَ: هَذِهِ سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَكَتَبْتُهَا وَعَرَضْتُهَا عَلَيْهِ'' ہم جب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے زیادہ اصرار کرتے تو وہ ہمارے لیے اپنی یادداشت کی کتاب نکالتے، پھر فرماتے: یہ ہیں وہ (احادیث مبارکہ) جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنی تھیں، پھر انھیں لکھا اور آپ (ﷺ) پر پیش کی تھیں۔

(المستدرك للحاكم 574,573/3ح6452 وسنده حسن)

۹) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"((اكْتُبُوا لِي مَنْ تَلَفَّظَ بِالإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ)) فَكَتَبْنَا لَهُ أَلْفًا وَخَمسَ مِائَةِ رَجُلٍ، فَقُلْنَا :نَخَافُ وَنَحْنُ أَلْفٌ وَخَمْسُ مِائَةٍ"

''جولوگ اسلام کا کلمہ پڑھ چکے ہیں ان کے نام لکھ کر میرے پاس لاؤ۔'' چنانچہ ہم نے ڈیڑھ ہزار مردوں کے نام لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیے تو ہم نے کہا: ہم خوف زدہ ہیں، جبکہ ہماری تعداد ڈیڑھ ہزار ہوگئی ہے۔ (صحيح البخاري:3060، صحيح مسلم:377)

۱۰) امام ابوبکر محمد بن مسلم الزہری رحمہ اللہ (المتوفی 124ھ) فرماتے ہیں:

"هَذِهِ نُسْخَةُ كِتَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الَّذِي كَتَبَهُ فِي الصَّدَقَةِ، وَهِيَ عِنْدَ آلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: أَقْرَأَنِيها سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَر، فَوَعَيْتُهَا عَلَى وَجْهِهَا، وَهِيَ الَّتِي انْتَسَخَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَسَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ" یہ نقل ہے اس تحریر کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ (یعنی زکوٰۃ) کے متعلق لکھوائی تھی اور یہ (تحریر) آل عمر بن الخطاب کے پاس محفوظ تھی۔ ابن شہاب (رحمہ اللہ) نے کہا: اس (تحریر) کو سالم بن عبداللہ بن عمر (رحمہ اللہ) نے مجھ سے پڑھوایا، پھر میں نے اس کو اسی طرح حفظ کر لیا اور یہ وہی تحریر ہے جس کو عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) نے عبداللہ بن عبداللہ بن عمر اور سالم بن عبداللہ بن عمر (رحمہم اللہ) سے نقل کروایا تھا۔ پھر حدیث بیان کی۔ (سنن أبي داود:1570، وسنده حسن، المستدرك للحاكم:1454، سنن الدارقطني:1967)

عزیز اللہ بوہیو کی خدمت میں کتابت حدیث کے حوالے سے کچھ باسند صحیح ثبوت عرض کیے ہیں۔ اس عنوان پر متعدد ثبوت اور بھی تھے لیکن طوالت کے ڈر سے انھیں ذکر نہیں کیا۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں حدیث کی کتابت اور حفظ کا وجود وثبوت ملتا ہے۔ عہد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور بعد والے ادوار میں بیسیوں واقعات باسند صحیح ملتے ہیں جن

میں کتابت حدیث کا ذکر خیر موجود ہے۔ اگر اتنے ثبوت اور دلائل کے باوجود کوئی شخص کہے کہ نہ حدیث کا وجود ہے اور نہ اس کی کتابت کا کوئی ثبوت ہے تو ایسے شخص کو یقیناً ذہنی علاج کی اشد ضرورت ہے۔ ع

آنکھیں ہیں اگر بند تو دن بھی رات ہے

اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

یہاں میں عزیز اللہ بوہیو اور اس کے فکری مقلدین کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ آپ احادیث مبارکہ کو ''تبرا والی حدیثیں'' کہتے ہیں اور ان کو قرآن حکیم کی تعلیم کے برعکس قرار دیتے ہیں، کیونکہ ان احادیث میں ناموس رسالت اور ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم پر انگلی اٹھائی گئی ہے!!! آپ کے اس اعتراض کے نتیجے میں ہم نے قرآن مجید میں سے بطور نمونہ کچھ آیات مبارکہ ذکر کی ہیں۔ جن کی روشنی میں ہم پوچھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کے جن پہلوؤں کو ذکر کیا گیا ہے، اس حوالے سے آپ قرآن مجید کے متعلق کیا کہنا پسند کریں گے؟ تدبر قرآن، فقہ القرآن اور فہم القرآن کا راگ الاپنے والے منکرین حدیث سے ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن مجید کی ذکر کردہ اور ان جیسی دیگر آیات مبارکہ کے لیے بھی ''تبرا والی آیات'' کی اصطلاح لکھنا پسند کریں گے؟

معزز قارئین! دراصل جن لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ''حدیث'' سے نفرت اور بغض ہو، ان کے دلوں میں حدیث کو بیان کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کیا محبت و الفت ہو گی؟ مقام حیرت ہے کہ منکرین حدیث کے ہاں ''حدیث'' نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں اور وہ حدیث کو مانتے ہی نہیں تو حدیث کو بیان کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ناموس کی بات کس منہ سے کرتے ہیں؟ منکرین حدیث نے قرآن مجید کی 114 سورتوں میں سے کس سورت سے معلوم کر لیا کہ جس شخص نے اسلام اور ایمان کی حالت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ کی صحبت اختیار کی اسے ''صحابی'' کہا جائے گا، انھیں کون سی آیت سے معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں میں سب سے افضل اور باوقار شخصیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو

پیغمبر ﷺ کا جانشین مقرر کیا گیا اور اس کو امیر المومنین کہا گیا، قرآن مجید میں یہ بات کہاں موجود ہے کہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، تیسرے خلیفہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور چوتھے خلیفہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں، قرآن مجید میں یہ بات کہاں ملے گی کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما چھ مہینوں کے لیے خلافت کے مسند پر بیٹھے اور مسلمانوں کے دو گرہوں میں صلح کرا کر خود خلافت کے منصب سے دستبردار ہو گئے، ''خلفائے راشدین'' اور ''عشرہ مبشرہ'' کی اصطلاح اور ان میں شامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام قرآن مجید میں کس جگہ بیان کیے گئے ہیں یہ بات قرآن مجید میں کہاں موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ کے چچاؤں میں سے سیدنا حمزہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما مسلمان ہوئے اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے شہادت کا جام نوش کیا اور فضل، عبد اللہ، علی اور جعفر، رضی اللہ عنہم آپ کے چچازاد بھائی تھے، قرآن مجید میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے سسر، سیدنا ابوالعاص، سیدنا عثمان، سیدنا علی رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے داماد، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کی بیٹیاں، صفیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی پھوپھی، سیدنا حسن، سیدنا حسین رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے نواسے، خدیجہ، سودہ، عائشہ، حفصہ، زینب بنت خزیمہ، زینب بنت جحش، ام سلمہ، ام حبیبہ، صفیہ، میمونہ، ماریہ قبطیہ اور جویریہ رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کی بیویاں ہیں؟

منکرین حدیث کو قرآن مجید کے کس مقام سے معلوم ہوا کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے یار غار تھے، ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اس امت کے امین تھے، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ''راز دان رسول'' تھے، خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی گواہی دو مردوں کے برابر تھی اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ''حواریٔ رسول'' تھے؟

ذکر کی گئی باتیں اور ان سے ملتی جلتی باتیں تو کتب احادیث میں موجود ہیں، جو لوگ حدیث کو نہیں مانتے اور حدیث کو فارس کی سازش کہتے ہیں، وہ ناموس رسالت اور ناموس صحابہ کی اصطلاح کس بنیاد پر استعمال کرتے ہیں؟ جب تک وہ فن حدیث کو نہیں مانیں گے، تب تک وہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی کا نام لینے سے بھی قاصر رہیں گے۔





مشاجرات صحابہ کرام کے بارے میں سلف کا موقف

ابو القاسم نوید شوکت

(قسط:۳)

۱۴) علامہ نووی رحمہ اللہ (المتوفی ٦٧٦ھ) نے کہا: "مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْحَقُّ إِحْسَانُ الظَّنِّ بِهِمْ وَالْإِمْسَاكُ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ وَتَأْوِيلُ قِتَالِهِمْ وَأَنَّهُمْ مُجْتَهِدُونَ مُتَأَوِّلُونَ لَمْ يَقْصِدُوا مَعْصِيَةً وَلَامَحْضَ الدُّنْيَا بَلِ اعْتَقَدَ كُلُّ فَرِيقٍ أَنَّهُ الْمُحِقُّ وَمُخَالِفُهُ بَاغٍ فَوَجَبَ عَلَيْهِ قِتَالُهُ لِيَرْجِعَ إِلَى أَمْرِ اللّٰهِ وَكَانَ بَعْضُهُمْ مُصِيبًا وَبَعْضُهُمْ مُخْطِئًا مَعْذُورًا فِي الْخَطَأِ لِأَنَّهُ لِاجْتِهَادٍ وَالْمُجْتَهِدُ إِذَا أَخْطَأَ لَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ هُوَ الْمُحِقُّ الْمُصِيبُ فِي تِلْكَ الْحُرُوبِ هَذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ."

اہل السنۃ اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے اور ان کے درمیان ہونے والے مشاجرات کو (بیان) کرنے سے باز رہا جائے اور ان کے قتال کی تاویل کرے، کیونکہ وہ مجتہد تاویل کرنے والے تھے، انھوں نے (اللہ عز وجل) کی نافرمانی اور محض دنیا (کے مال) کا ارادہ نہیں کیا، بلکہ (ان میں سے) ہر فریق سمجھتا تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف باغی ہے، سو اس سے قتال کرنا واجب ہے تا کہ وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔ بعض ان میں سے حق پر تھے اور بعض خطا پر اور وہ خطا میں بھی معذور تھے، کیونکہ انھوں نے اجتہاد کیا اور مجتہد جب اجتہاد میں خطا کرتا ہے تو اس پر اس کا کوئی گناہ نہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں حق پر تھے، اہل سنت کا یہی موقف ہے۔

(شرح للنووي على مسلم 16/18 كتاب الفتن)

۱۵) امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے کہا: "الكَفُّ عَنْ كَثِيرٍ مِمَّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ، وَقِتَالِهِم -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم أَجْمَعِيْنَ- وَمَا زَالَ يَمُرُّ بِنَا ذَلِكَ فِي

الدَّوَاوِينِ، وَالكُتُبِ، وَالأَجْزَاءِ، وَلَكِنْ أَكْثَرُ ذَلِكَ مُنْقَطِعٌ، وضَعِيفٌ، وَبعْضُهُ كَذِبٌ، وَهذَا فِيمَا بِأَيْدِينَا وبَيْنَ عُلَمَائِنَا، فَيَنْبَغِي طَيُّهُ وَإِخْفَاؤُهُ، بَلْ إِعْدَامُهُ، لِتَصْفُوَ القُلُوْبُ، وَتَتَوَفَّرَ عَلَى حُبِّ الصَّحَابَةِ، وَالتَّرَضِّي عَنْهُمْ، وَكُتْمَانُ ذَلِكَ مُتَعَيِّنٌ عَنِ العَامَّةِ، وَآحَادِ العُلَمَاءِ، وَقَدْ يُرَخَّصُ فِي مُطَالعَةِ ذَلِكَ خَلْوَةً لِلْعَالِمِ المُنْصِفِ، العَرِيِّ مِنَ الهَوَى، بِشَرْطِ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَهُم، كَمَا عَلَّمَنَا اللّٰهُ ـ تَعَالَى ـ حَيْثُ يَقُوْلُ: ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (الحشر: 10). فَالقَوْمُ لَهُم سَوَابِقُ وَأَعْمَالٌ مُكَفِّرَةٌ لِمَا وَقَعَ مِنْهُمْ، وَجِهَادٌ مَحَّاءٌ، وَعُبَادَةٌ مُمَحِّصَةٌ، وَلَسْنَا مِمَّنْ يَغْلُو فِي أَحَدٍ مِنْهُمْ، وَلَا نَدَّعِي فِيْهِم العِصْمَةَ، نَقْطَعُ بِأَنَّ بَعْضَهُم أَفْضَلُ مِنْ بَعْضٍ.

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے درمیان جو بہت سے اختلافات و مشاجرات ہوئے ان کو (بیان) کرنے سے رُک جانا چاہیے، ہمارے رجسٹروں، کتابوں اور اجزاء میں ہمیشہ یہ چیزیں رہی ہیں لیکن اکثر ان میں سے منقطع اور ضعیف ہیں اور بعض ان میں سے جھوٹی ہیں۔ یہ جو کچھ ہمارے اور ہمارے علماء کے سامنے ہے، لازم ہے کہ اسے لپیٹ کر پوشیدہ رکھیں بلکہ معدوم کر دینا چاہیے تاکہ دل صاف ہو جائیں اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی محبت زیادہ ہو اور ان سے رضامندی ہو۔ یہ خاص (مختلف فیہ امور) عام لوگوں و عام اہل علم سے مخفی رکھنا ضروری ہے، البتہ منصف مزاج عالم کو جو خواہشات کا پیرو نہ ہو خلوت میں اس کے مطالعہ کی رخصت دی گئی ہے، بشرطیکہ وہ ان کے لیے استغفار کرے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ”اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں: اے ہمارے رب! بخش دے ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کینہ نہ بنا جو ایمان لائے۔“

پس ان لوگوں کے لیے اچھے امور و اعمال ان کے اختلافات کا کفارہ ہیں اور جہاد بھی ان کی خطاؤں کو مٹا دینے والا ہے اور عبادت بھی ان کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے، نیز ہم ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی غلو کرنے والے نہیں، اور نہ ہم ان کی معصومیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ بعض بعض سے افضل ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء 39/7)

۱۶) امام قرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۱ھ) نے فرمایا: ”لَا يَجُوزُ أَنْ يُنْسَبَ إِلَى أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ خَطَأٌ مَقْطُوعٌ بِهِ، إِذْ كَانُوا كُلُّهُمُ اجْتَهَدُوا فِيمَا فَعَلُوهُ وَأَرَادُوا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَهُمْ كُلُّهُمْ لَنَا أَئِمَّةٌ، وَقَدْ تَعَبَّدْنَا بِالْكَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ، وَأَلَّا نَذْكُرَهُمْ إِلَّا بِأَحْسَنَ الذِّكْرِ، لِحُرْمَةِ الصُّحْبَةِ وَلِنَهْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سَبِّهِمْ، وَأَنَّ اللّٰهَ غَفَرَ لَهُمْ، وَأَخْبَرَ بِالرِّضَا عَنْهُمْ .“

یہ جائز نہیں کہ صحابہ میں سے کسی صحابی کی طرف قطعی طور پر خطا کو منسوب کیا جائے، جب کہ ان میں سے جس نے بھی عمل کیا اس میں وہ مجتہد تھا اور اللہ تعالیٰ کی (رضا) ہی کا ارادہ رکھتے تھے۔ وہ سب ہمارے امام ہیں، ان کے درمیان جو اختلاف ہوا، ہم اس سے باز رہنے کے پابند ہیں۔ ہم ان کا ذکر احسن انداز ہی میں کریں گے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احترام کے مستحق ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے، بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بخش دیا اور ان سے راضی ہونے کی خبر دی ہے۔ (الجامع لأحكام القرآن 382/19)

۱۷) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے فرمایا: ”اتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلَى وُجُوبِ مَنْعِ الطَّعْنِ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ بِسَبَبِ مَا وَقَعَ لَهُمْ مِنْ ذَلِكَ وَلَوْ عَرَفَ الْمُحِقَّ مِنْهُمْ لِأَنَّهُمْ لَمْ يُقَاتِلُوا فِي تِلْكَ الْحُرُوبِ إِلَّا عَنِ اجْتِهَادٍ وَقَدْ عَفَا اللّٰهُ تَعَالَى عَنِ الْمُخْطِءِ فِي الِاجْتِهَادِ بَلْ ثَبَتَ أَنَّهُ يُؤْجَرُ أَجْرًا وَاحِدًا وَأَنَّ الْمُصِيبَ يُؤْجَرُ أَجْرَيْنِ .“

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں سے کسی ایک پر بھی طعن نہ کرنے کے وجوب پر اہل سنت کا اتفاق

ہے۔ان کے درمیان جو اختلافات ہوئے،اگر چہ ان میں سے جوحق پر ہے واضح ہو جائے، کیونکہ انھوں نے یہ جنگیں اجتہاد کی بنا پر کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں غلطی کرنے والے کو معاف کر دیا ہے، بلکہ (یہ بھی) ثابت ہے کہ اس (مجتہد مخطی) کو ایک اجر دیا جائے گا اور درست اجتہاد کرنے والے کو دوہرا اجر دیا جائے گا۔ (فتح الباري 34/13)

بعض لوگ خاص کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہیں کہ انھوں نے حکومت کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی ہے، لہٰذا ہم اب بطور خاص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں چند باتیں ذکر کریں گے، ملاحظہ فرمائیں: "يَعْلَى بْنِ عُبَيْدٍ الْحَنَفِيّ نَا أَبِيْ قَالَ جَاءَ أَبُوْ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيُّ وَ أُنَاسٌ مَعَهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالُوْا لَهُ أَنْتَ تُنَازِعُ عَلِيًّا أَمْ أَنْتَ مِثْلَهُ؟ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: لَا وَ اللّٰهِ ! إِنِّيْ لَأَعْلَمُ أَنَّ عَلِيًّا أَفْضَلُ مِنِّيْ وَ أَنَّهُ لَأَحَقُّ بِالْأَمْرِ مِنِّيْ وَلٰكِنْ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ عُثْمَانَ قُتِلَ مَظْلُوْمًا وَ أَنَا ابْنُ عَمِّهِ وَ إِنَّمَا أَطْلُبُ بِدَمِ عُثْمَانَ فَائْتُوْهُ فَقُوْلُوْا لَهُ فَلْيَدْفَعْ إِلَيَّ قَتَلَةَ عُثْمَانَ وَ أُسَلِّمُ لَهُ فَأَتَوا عَلِيًّا فَكَلَّمُوْهُ بِذٰلِكَ فَلَمْ يَدْفَعْهُمْ إِلَيْهِ."

یعلیٰ بن عبید الحنفی اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا: ابو مسلم الخولانی اور ان کے ساتھ دیگر لوگ سیدنا معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے اور عرض کیا: آپ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) سے جھگڑا کرنا چاہتے ہیں یا خود کو ان کی طرح سمجھتے ہیں؟ تو امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ علی (رضی اللہ عنہ) مجھ سے افضل ہیں اور وہ خلافت کے بھی مجھ سے زیادہ حقدار ہیں، لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ سیدنا عثمان (رضی اللہ عنہ) کو مظلومانہ شہید کیا گیا ہے اور میں ان کے چچا کا بیٹا ہوں۔ میں سیدنا عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قصاص کا مطالبہ کرتا ہوں۔ تم جاؤ اور ان (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ سیدنا عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتل میرے حوالے کر دیں تو میں ان کی بیعت کر لوں گا، چنانچہ وہ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے اور انھوں نے اس سلسلے میں آپ سے بات کی لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قاتلوں کو ان کے حوالے نہ کیا۔

(تاريخ دمشق 132/59 وسنده حسن)

ابو الحارث (احمد بن محمد الصائغ) نے کہا: "وَجَّهْنَا رُقْعَةً إِلَى أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ: مَا تَقُولُ رَحِمَكَ اللّٰهُ فِيمَنْ قَالَ: لَا أَقُولُ إِنَّ مُعَاوِيَةَ كَاتِبُ الْوَحْيِ، وَلَا أَقُولُ إِنَّهُ خَالُ الْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّهُ أَخَذَهَا بِالسَّيْفِ غَصْبًا؟ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: هَذَا قَوْلُ سَوْءٍ رَدِيءٌ، يُجَانَبُونَ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ، وَلَا يُجَالَسُونَ، وَنُبَيِّنُ أَمْرَهُمْ لِلنَّاسِ."

ہم نے ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل) کی طرف خط لکھا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی نہیں مانتا اور نہ وہ انھیں خال المومنین کہے، کیونکہ (ایسے شخص کے نزدیک) انھوں نے تلوار کے ذریعے سے خلافت ہتھیالی تھی؟ تو ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل) نے کہا: یہ برا اردی قول ہے، ان لوگوں سے بائیکاٹ کرنا چاہیے، ان کے پاس بیٹھنا نہیں چاہیے اور لوگوں کو ان کے بارے میں بتا دینا چاہیے۔ (السنة لأبي بكر بن الخلال: 659 وسنده صحيح)

ابوبکر المروذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۵ھ) نے کہا: "قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللّٰهِ: أَيُّهُمَا أَفْضَلُ: مُعَاوِيَةُ أَوْ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ؟ فَقَالَ: مُعَاوِيَةُ أَفْضَلُ، لَسْنَا نَقِيسُ بِأَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَحَدًا. قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((**خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيَ الَّذِينَ بُعِثْتُ فِيهِمْ**))."

ابوبکر المروذی کہتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ (احمد بن حنبل) سے پوچھا کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) افضل تھے یا عمر بن عبدالعزیز؟ تو انھوں نے کہا: سیدنا معاویہ (رضی اللہ عنہ) افضل ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں میں بہترین زمانہ میرا ہے، جس میں مجھے بھیجا گیا ہے۔" (السنة لأبي بكر بن الخلال: 440 وسنده صحيح)

امام معافی بن عمران الموصلی سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: " لَا يُقَاسُ بِأَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَحَدٌ! مُعَاوِيَةُ صَاحِبُهُ وَ صِهْرُهُ وَ كَاتِبُهُ وَ أَمِينُهُ عَلَى وَحْيِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے برابر کسی کو بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابی، آپ کے برادر نسبتی، آپ کے کاتب اور آپ کے اللہ عزوجل کی وحی پر امین ہیں۔ (تاريخ دمشق 208/59، وسنده صحيح)

امام المزنی (امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد) نے کہا: "وَ نُخْلِصُ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنَ الْمَحَبَّةِ بِقَدْرِ الَّذِيْ أَوْجَبَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ التَّفْضِيْلِ ثُمَّ لِسَائِرِ أَصْحَابِهِ مِن بَعْدِهِمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ وَ يُقَال بِفَضْلِهِمْ وَ يُذْكَرُوْنَ بِمَحَاسِنِ أَفعَالِهِمْ وَ نُمْسِكُ عَنِ الْخَوْجِ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ فَهُمْ خِيَارُ أَهْلِ الْأَرْضِ بَعْد نَبِيِّهِمْ ارْضَاهُمُ اللّٰهُ عَزَ وَ جَلَّ لِنَبِيِّهِ (ﷺ) وَ جَعَلَهُمْ لِدِيْنِهِ فَهُمْ أَئِمَّةُ الدِّيْنِ وَ أَعْلَامُ الْمُسْلِمِيْنَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ)."

ہم ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) میں سے ہر ایک کے ساتھ اخلاص پر مبنی محبت رکھتے ہیں، تفضیل کی مناسبت سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے لازم قرار دیا ہے، پھر باقی ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے جو ان کے بعد ہیں، ان کے فضائل ومحاسن اور اچھے امور کا تذکرہ کیا جائے گا اور ہم ان کے آپسی اختلافات سے کلی طور پر رُکے رہیں گے، کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد روئے زمین پر (سب سے) بہترین ہیں، اللہ عزوجل نے اپنے نبی کے لیے ان کا انتخاب فرمایا اور اپنے دین کا ممد ومعاون بنایا، چنانچہ وہ ائمہ دین اور مسلمانوں کے سردار ہیں، رضی اللہ عنہم۔

(شرح السنة للمزنی ص86، 87)

بعض لوگ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلافات کو عوام میں اچھالتے و عام کرتے ہیں جب ان کو روکا جائے تو کہتے ہیں کہ ہم روافض کو جواب دینے کے لیے یہ سب کچھ کرتے ہیں تو عرض ہے کہ روافض کوئی دورِ جدید کی پیداوار نہیں بلکہ یہ سلف صالحین کے دور میں بھی موجود تھے اور سلف صالحین نے ان کا رد بھی کیا، لیکن انھوں نے ان اختلافات کو عوام کے درمیان پھیلانے سے منع کیا ہے۔ رہی یہ بات کہ آج کل میڈیا کے ذریعے سے کوئی ایک بات کی جائے تو پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے اور روافض میڈیا کے ذریعے سے یہ باتیں پھیلاتے ہیں تو عرض ہے کہ روافض کے بارے میں لوگ جانتے ہیں کہ یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں اور باتوں کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں جو روافض کی علامت بن چکی ہے، جب تک نام نہاد اہل سنت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں زبان درازی نہیں کی تھی جو بھی صحابہ پر

  

طعن کرتا لوگ اسے رافضی کہتے تھے، جیسا کہ اب ان نام نہاد سنیوں کو نیم رافضی کہا جاتا ہے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ امام احمد کے یہ اپنے اقوال ہیں کوئی قرآن و حدیث نہیں کہ انھیں تسلیم کریں۔ عرض ہے کہ صرف امام احمد کی بات نہیں، بلکہ اس پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلافات کو عوام میں بیان نہ کیا جائے جیسا کہ امام ابوحاتم الرازی اور امام ابوزرعہ الرازی رحمہما اللہ نے کہا ہے، کما تقدم۔ (جاری ہے......)

شذرات الذہب

(انتخاب: ابواحمد وقاص زبیر)

* امام علی بن الحسن بن شقیق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحمزہ محمد بن میمون السکری (م۱۶۷ھ) نے فرمایا:

تَدْرُونَ مَا الْأَثَرُ؟ الْأَثَرُ: أُفْتِي بِالشَّيْءِ، فَيُقَالُ لِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ: بِمَا أَفْتَيْتَ كَذَا وَكَذَا؟ فَأَقُولُ: أَخبرَنِی الْأَعْمَشُ ،فَيُؤْتَى بِالْأَعْمَشِ ، فَيُقَالُ: حَدَّثْتَهُ بِهذَا؟ فَيُحِيلُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ ، وَيُحِيلُ إِبْرَاهِيمُ عَلٰى عَلْقَمَةَ ، حَتَّى يَنْتَهِي إِلٰى مُنْتَهَاهُ“

تم جانتے ہو کہ اثر کیا ہے؟ اثر یہ ہے کہ میں کسی شئے کی بابت فتویٰ دوں، پھر قیامت کے دن مجھ سے کہا جائے: تو نے یہ فتویٰ کس بنا پر دیا؟ تو میں کہوں: مجھے اعمش نے خبر دی، پھر اعمش کو لایا جائے، ان سے کہا جائے: تم نے اسے یہ بات بیان کی تھی؟ تو وہ ابراہیم نخعی کے ذمہ کر دیں اور ابراہیم، علقمہ کا حوالہ دیں۔ اس طرح یہ بات اپنے کہنے والے تک پہنچ جائے۔

(الفقیہ والمتفقہ للخطیب : ۳۸۹ وسندہ صحیح)

* امام محمد بن یحییٰ الازدی فرماتے ہیں: میں نے امام عبداللہ بن داود الخریبی (م۲۱۳ھ) کو فرماتے سنا: ”وَاللّٰہِ! لَوْ بَلَغَنَا أَنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَزِيدُوْا فِي الْوُضُوءِ عَلٰى غَسْلِ أَظْفَارِهِمْ، لَمَا زِدْنَا عَلَيْهِ.“

اللہ کی قسم! اگر ہم تک یہ بات پہنچتی کہ سلف صالحین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے وضو میں ناخن دھونے سے زیادہ کچھ نہیں کیا تو ہم بھی اس میں کچھ اضافہ نہ کرتے۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اُن کی مراد یہ ہے کہ دین صرف اتباع کا نام ہے۔

(الفقیہ والمتفقہ للخطیب :۴۰۳ وسندہ صحیح)

ابو صفی عبد الرحمٰن اثری

تنقید برائے اصلاح

ہر انسان کی طبیعت مختلف ہوتی ہے، ہر فرد کا اپنا مزاج اور ہر ایک کی پسند و نا پسند میں بھی خاصا فرق ہوتا ہے۔

جب یہ سب انسان کی فطرت میں موجود ہے تو کسی سے بھی کسی بنا پر اختلاف ہوسکتا ہے اور ہوتا بھی ہے جس کا آئے روز مشاہدہ رہتا ہے حتیٰ کہ رفیق حیات کے ساتھ زندگی لمحہ بالمحہ گزرتی ہے اور ہر قسم کی محبت و مودت کے باوجود ان کے مابین بھی اختلاف ہو جاتا ہے کیونکہ ان کے مزاج مختلف اور ان کی طبیعتیں الگ ہوا کرتی ہیں۔

لہٰذا جب معاملہ اس طرح ہے تو دینی مسائل میں رائے و فتویٰ کا مختلف ہونا، سوچ و فکر کا الگ ہونا بھی ممکن ہے، ضروری نہیں کہ ایک مسئلے میں ایک مستند عالم کی جو رائے ہو دیگر تمام علماء بھی اسی سوچ کی پیروی کرتے ہوئے اسے اختیار کرلیں، ایک مزاج کا سخت (متشدد) ہونے کی وجہ سے اجتہادی مسائل میں عدم جواز کا فتویٰ دیتا ہے تو باقی سارے علماء اسی کے مزاج کو اپنا کر اس کی موافقت تو نہیں کریں گے بلکہ ان میں بعض (متساہل) نرم گوشہ رکھنے والے جواز کا فتویٰ بھی دے سکتے ہیں۔

ہر شخص اپنے مزاج کے مطابق معاملات و امور سر انجام دیتا ہے۔ ایک مسئلے میں استاد کی ایک رائے ہوتی ہے تو شاگرد اس میں استاد سے اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔ اجتہادی مسائل میں رائے کا مختلف ہونا معیوب نہیں بلکہ یہ ایک فطری عمل ہے جو ہمارے دین میں وسعت کی دلیل ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات ایک ہی مسئلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سوچ اور فتویٰ میں زبردست اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک صحابی جواز کا فتویٰ دے رہا ہوتا ہے تو دوسرا عدم جواز کا حتیٰ کہ اگر باپ کے نزدیک جائز ہے تو بیٹے کے نزدیک وہ ناجائز ہے۔

  

جب ایسا ممکن ہے تو ان اجتہادی مسائل میں اختلاف رکھنے والے اپنے مخالفین کو حد درجہ تنقید کا نشانہ کیوں بناتے ہیں، ان کی سوچ اور فکر کو سراسر غلط و باطل کیوں کہتے ہیں؟ اس سے اور تو کچھ ممکن و مقصود نہیں ہوسکتا، البتہ تنقید کرنے والوں کا اپنا مقام و مرتبہ ضرور مجروح ہوسکتا ہے بلکہ عوام الناس علماء سے متنفر ہو سکتے ہیں اور یہ چیز ان کی دین سے دوری کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

ہمارے محسن و مربی استاذ فضیلۃ الشیخ مفتی حافظ سلیم صاحب حفظہ اللہ نے شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کے حوالے سے بتایا تھا کہ ان سے محدث جلالپوری فضیلۃ الشیخ سلطان محمود رحمہ اللہ کے اسٹیج پر قرآنی تعویذ کے حوالے سے سوال ہوا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جواباً فرمایا: ”جو کرتے ہیں ان سے پوچھیں“ اور پرچی واپس بھیج دی، حالانکہ عوامی حلقوں میں شیخ العرب والعجم رحمہ اللہ اس چیز کا شدید رد فرماتے تھے، لیکن یہاں حکمت و مصلحت کے پیش نظر مذکورہ سوال کو ایک طرح سے نظر انداز کر دیا، کیونکہ بعض اہل علم اس کے جواز کا بھی فتویٰ صادر کرتے ہیں، ہمارے نزدیک راجح موقف شیخ العرب ہی کا ہے لیکن انھوں نے جس بصیرت سے جواب دیا، عوام و خواص تک اپنا موقف بھی پہنچا دیا اور عاملین و مجوزین کو بے جا تنقید و شدت سے محفوظ رکھ کر ان کے ادب و احترام کا ثبوت بھی دے دیا۔ سبحان اللہ!

ایک عالم دین پر اجتہادی مسائل میں شدید قسم کی تنقید سے دینی امور کو نقصان پہنچے گا عوام و سادہ لوح لوگ اہل علم سے متنفر ہو جائیں گے، لہٰذا اس میں احتیاط کی ضرورت ہے انتہائی سمجھداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے یہ سوچنا چاہیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مسائل میں مختلف رائے و فکر نے انھیں ایک دوسرے کو تنقید کا نشانہ بنانے پر نہیں ابھارا تو ہم تنگ نظری کا شکار کیوں ہیں؟ اجتہادی مسائل میں وسعت قلبی کا مظاہرہ کرنا چاہیے دوسرے کی رائے کو اختلاف کے باوجود سننا چاہیے، کیونکہ وہ بھی ایک مستند عالم ہیں ممکن ہے ان کی رائے و اجتہاد سے آپ کو کوئی اضافی علمی فائدہ حاصل ہو جائے۔

انسان کو حد درجہ خود اعتمادی (خوش فہمی) میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ کسی دوسرے کو کلی طور پر غلط قرار دے کر اسے عوام کی نظروں سے گرانے کی کوشش کی جائے۔

راقم الحروف نے ایک مستند عالم سے کسی مستند ثقہ عالم دین سے متعلق مبہم سے انداز میں پوچھا کہ آپ فلاں عالم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

انھوں نے جو جواب دیا وہ مشعل راہ اور خیر خواہی کی عظیم مثال ہے۔

سخت لہجے میں فرمانے لگے: ''آپ مجھ سے ان کی غیبت کروانا چاہتے ہیں؟ میں ذاتیات میں پڑنا نہیں چاہتا وہ ایک عالم دین ہیں اور ان کی اپنی سوچ وفکر ہے۔''

ہم عصر علماء کے مابین اجتہادی مسائل میں اختلاف کا سلسلہ شروع سے چلا آرہا ہے اور چلتا رہے گا لیکن اس میں صواب و درست بات یہی ہے کہ عمدہ لب و لہجے میں بہترین اسلوب اختیار کر کے اپنا موقف پیش کیا جائے اور نرمی و شائستگی سے مدمقابل کی تردید کی جائے۔

افسوس! آج تنقید و تردید کا جو سلسلہ چل نکلا ہے اس میں علمیت سے زیادہ ذاتیات پر بحث ہوتی ہے اور شخصی گفتگو ایسی طوالت اختیار کرتی ہے کہ پھر جس پر تنقید ہو رہی ہوتی ہے اس کی ساری کاوشیں، کتاب و سنت کی خدمت میں گزرے شب و روز چند لمحوں میں رائیگاں و اکارت کر کے اپنے تئیں اس کی راکھ اڑا رہے ہوتے ہیں اور تماش بین بغلیں بجا رہے ہوتے ہیں۔

اس موقع پر محدثین کا ایک سنہری اصول یاد آرہا ہے، اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے وہ ان معاملات کی نزاکت سے واقف تھے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ''لَا يُقْبَلُ جَرْحُ الْمَعَاصِرِ عَلَى الْمَعَاصِرِ بِلَا حُجَّةٍ'' معاصر علماء کی بلا دلیل ایک دوسرے پر جرح و تنقید قبول نہیں کی جائے گی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب سیر اعلام النبلاء میں ابو عبد اللہ محمد بن حاتم البغدادی پر ابو حفص الفلاس کا یہ قول ''لَيْسَ بِشَيْءٍ'' نقل کر کے فرماتے ہیں: ''قُلْتُ هَذَا مِنْ كَلَامِ الْأَقْرَانِ الَّذِيْ لَا يَسْمَعُ فَإِنَّ الرَّجُلَ ثَبْتٌ حُجَّةٌ'' میں کہتا ہوں: یہ ہم

زمانہ علماء کی ایک دوسرے پر گفتگو کے باب میں سے ہے جو لائق التفات نہیں کیونکہ یہ راوی ثبت وحجت ہے۔ (سیر اعلام النبلاء 451/11)

اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ ابو بکر بن ابی داود السجستانی پر ابن صاعد کی جرح نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”لَا يَنْبَغِي سَمَاع قَولِ ابْنِ صَاعِدٍ فِيهِ ...... فَإِنَّ هَؤُلَاءِ بَيْنَهُمْ عَدَاوَةٌ بَيِّنَةٌ فَقِفْ فِي كَلَامِ الْأَقْرَانِ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ“

(تذکرۃ الحفاظ 772/2 ت768)

ان سے متعلق ابن صاعد کا قول لائق سماعت نہیں، کیونکہ ان کے درمیان کھلی عداوت تھی، لہٰذا ہم زمانہ لوگوں کے ایک دوسرے پر کلام سے توقف کرلیں۔

اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ مطین ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن سلیمان الحضرمی الکوفی پر ابو جعفر العبسی کے کلام کے حوالے سے فرماتے ہیں: ”فَلَا يُلْتَفَتُ إِلَى كَلَامِ الْأَقْرَانِ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ“ (تذکرۃ الحفاظ 682/2 ت682)

ہم زمانہ لوگوں کا ایک دوسرے پر کیا ہوا کلام قابل التفات نہیں سمجھا جائے گا۔

حافظ ذہبی وحافظ ابن حجر رحمہما اللہ نے احمد بن عبد اللہ ابو نعیم الاصبہانی کے ابن مندہ پر جرح کرنے پر امام خطیب بغدادیؒ کا کلام نقل کیا ہے فرماتے ہیں:

”قُلْتُ كَلَامُ الأَقْرَانِ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ لاَ يُعْبَابِهِ وَ لاَ سِيْمَا إِذَا لاَحَ لَكَ أَنَّهُ لِعَدَاوَةٍ أَوْ لِمَذْهَبٍ أَوْ لِحَسَدٍ لاَ يَنْجُو مِنْهُ إِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰه وَمَا عَلِمْتُ أَنَّ عَصْرًا مِنَ الْأَعصَارِ سَلِمَ أَهْلُه مِنْ ذَلِكَ سِوَى النَّبِيِّيْنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَلَوْ شِئْتُ لَسَرَدْتُ مِنْ ذَلِكَ كَرَارِيْس اَللّٰهُمَّ فَ ﴿**تَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَآ إِنَّكَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ**﴾

(میزان الاعتدال :438، لسان المیزان 202/1)

میں کہتا ہوں کہ ہم زمانہ لوگوں کا ایک دوسرے پر کیے ہوئے کلام کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیے، بالخصوص جب آپ کے سامنے واضح ہوجائے کہ یہ جرح دشمنی، مذہب یا حسد

کی بنا پر کی گئی ہے۔اس سے صرف وہی لوگ محفوظ ہیں جنھیں اللہ نے بچالیا ہو۔میرے علم کے مطابق ادوار میں سے کسی بھی دور والے ایسے نہیں جو اس چیز سے محفوظ ہوں،سوائے انبیاء وصدیقین کے اور اگر میں چاہوں تو اس طرح کے مواد سے ایک رجسٹرڈ تیار کرلوں۔ یااللہ!''ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ نہ بنانا،اے ہمارے رب! بیشک تو نرمی کرنے والا مہربان ہے۔''

اسی طرح محمد بن ابراہیم بن المنذر ابوبکر النیسابوری پر امام عقیلی رحمہ اللہ کی جرح سے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَ أَمَّا الْعُقَيْلِيُّ فَكَلَامُهُ مِنْ قَبِيْلِ كَلَامِ الأَقْرَانِ بَعْضهُم فِيْ بَعْضٍ مَعَ أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ فِيْ كِتَابِ الضُّعْفَاءِ وَ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنِ الْقَطَّانِ لَا يُلْتَفَتْ إِلَى كَلَامِ الْعُقَيْلِيّ فِيْهِ انْتَهى .''

(لسان المیزان 27/5)

رہی بات عقیلی کی تو ان کا کلام ہم زمانہ علماء کی ایک دوسرے پر گفتگو کے باب میں سے ہے، اس کے باوجود عقیلی نے انھیں کتاب الضعفاء میں ذکر نہیں کیا اور ابوالحسن بن القطان کہتے ہیں:ان کے بارے میں عقیلی کی گفتگو قابل التفات نہیں۔

یہ وہ اصول ہے جسے کتب اسماء والرجال میں جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک دور کے علماء کی ایک دوسرے کے بارے میں کی ہوئی بے جا تنقیدی گفتگو قابل توجہ ولائق التفات نہیں ہوتی۔علاوہ ازیں تنقید ورد صرف اس موقف یا مسئلہ پر کیا جانا چاہیے جو اختیار کیا گیا ہو نہ کہ اختیار کرنے والے کی ذات کو آڑے ہاتھوں لیا جائے، انتہائی شائستہ انداز میں مجلس اور فورم کا لحاظ رکھتے ہوئے خیر خواہانہ اسلوب کے مطابق رد کیا جاسکتا ہے۔

تنقید برائے تنقید کے بجائے تنقید برائے اصلاح کی جائے، یہی راجح وصواب ہے اور اس کے بہت سے فوائد بھی ہیں۔

نماز کیسے ادا کریں؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبارَكًا فِيْهِ وَ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ، أما بعد:

ہمارے معاشرے میں یہ بات بڑی تیزی سے پھیلتی جارہی ہے کہ بس نماز پڑھنی چاہیے خواہ کیسی ہی ہو اور طریقہ جو بھی ہو، یہ سوچ اور فکر و نظریہ بالکل درست نہیں۔

یہ بات تو بالکل درست ہے کہ نماز پڑھنی چاہیے، کیونکہ یہ اہل اسلام وایمان پر فرض ہے، لیکن یہ کہنا کہ جس طرح مرضی ہو اسی طرح پڑھ لو یہ بات درست نہیں، قرآن وحدیث اس بات کی تائید نہیں کرتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ''یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے۔'' (الاحزاب: ۲۱)

یہ آیت اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال کے عین مطابق اقتدا و پیروی کرنا ضروری ہے، اس میں انسان کی مرضی کا عمل دخل قطعاً نہیں ہے۔

ہم جس موضوع کو بیان کرنا چاہتے ہیں، یعنی ''نماز کیسے ادا کریں؟'' اس میں خصوصی حکم ہے کہ نماز طریقہ نبوی کے مطابق ہونی چاہیے۔

۱) سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے...... رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرَى، فَسَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: ((**أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَأْتَمُّوا وَلِتَعَلَّمُوا صَلَاتِي.**)) میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ نے اُسی پر (یعنی منبر پر کھڑے ہوکر) نماز پڑھائی، اُس پر کھڑے کھڑے تکبیر کہی، اُس پر رکوع کیا، پھر اُلٹے پاؤں لوٹے اور منبر کی اصل (جڑ) میں سجدہ کیا اور پھر (منبر پر) لوٹ آئے۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: ''لوگو! میں نے یہ (عمل) اس

لیے کیا ہے تاکہ تم میری پیروی کرو اور میری نماز (کا طریقہ) سیکھ لو۔" (صحیح البخاري: 917)

آپ ﷺ نے منبر پر تعلیم و تربیت اور اپنی نماز کا طریقہ سکھانے کے لیے نماز پڑھائی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز سکھانے کا مطلب اور مقصد (لِتَأْتَمُّوا) یعنی نبی کریم ﷺ کی پیروی ہے، اگر ہر کسی نے نماز اپنی مرضی سے پڑھنی ہوتی تو رسول اللہ ﷺ نہ نماز سکھاتے اور نہ پیروی ہی کا حکم فرماتے ،لہٰذا ہمیں بھی آپ ﷺ کی نماز کا طریقہ سیکھنا چاہیے اور آپ کے طریقے کے مطابق نماز ادا کر کے پیروی کا عملی ثبوت دینا چاہیے، نماز میں اپنی مرضی کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی مرضی والا طریقہ اپنانا چاہیے۔

۲) سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم سب ہم عمر اور نوجوان تھے اور ہم آپ ﷺ کے پاس بیس دن اور بیس راتیں ٹھہرے۔ رسول اللہ ﷺ بہت ہی رحمدل تھے، جب آپ نے دیکھا کہ ہمیں اپنے گھروں کو واپس جانے کا شوق ہے تو آپ نے پوچھا: "اپنے گھر میں کس کو چھوڑ آئے ہو؟" ہم نے آپ ﷺ کو بتایا (یعنی گھر میں کس کو چھوڑا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِرْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ، فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ ......وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.))

"تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ اور ان کے ساتھ رہو اور انھیں تعلیم دو اور ان کو حکم دو...... اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، پس جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک (آدمی) اذان کہے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔" (صحیح البخاري:631)

اس حدیث مبارکہ میں یہ الفاظ نہایت قابل توجہ ہیں:

((صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي)) "نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔"

اگر نماز اپنی مرضی سے پڑھنی ہوتی تو پھر ان الفاظ کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی، لہٰذا یہ

ضروری ہے کہ نماز آپ ﷺ کے طریقے کے مطابق ادا کی جائے، جیسا کہ آپ ﷺ نے حکم دیا ہے: ((صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي))

یہ حدیث مبارکہ بھی اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ نماز میں آپ ﷺ کا طریقہ اختیار کیا جائے اور اپنی مرضی سے نماز پڑھنے کے اصول سے اجتناب کیا جائے اور نبی کریم ﷺ کے طریقے کو ہی نماز میں پسند کیا جائے اور اسی کے مطابق نماز ادا کی جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نماز نبوی ﷺ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ ہی کے طریقے کے مطابق وضو، نماز، صف بندی، رکوع و سجود اور قیام کرتے تھے۔

۱: عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: جَاءَ نَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ، فَصَلَّى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هٰذَا، فَقَالَ: إِنِّي لَأُصَلِّي بِكُمْ وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ، وَلٰكِنْ أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي...... إلخ

ابو قلابہ رحمہ اللہ کا بیان ہے، ہمارے پاس سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انھوں نے ہمیں ہماری مسجد میں نماز پڑھائی، پھر انھوں نے کہا: میں تمھیں نماز پڑھا رہا ہوں اور میرا ارادہ نماز پڑھانے کا نہیں، لیکن میرا ارادہ یہ ہے کہ میں تمھیں دکھاؤں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحيح البخاري:824)

فائدہ: سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے طریقہ نبوی ﷺ سکھانے کی غرض سے نماز پڑھائی تا کہ لوگوں کو نبوی نماز کا صحیح اور درست طریقہ معلوم ہو۔ (سبحان اللہ)

لہٰذا ہمیں بھی درست اور صحیح طریقہ نبوی ﷺ کے مطابق نماز پڑھنی چاہیے نہ کہ اپنی مرضی کے مطابق نماز پڑھی جائے۔

۲: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: إِنِّي لَا آلُو أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ، كَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّى بِنَا...... إلخ۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، بلا شبہ میں تمھیں نماز پڑھانے میں اُس طریقے میں بالکل کمی نہیں کرتا، جس طریقے سے میں نے نبی کریم ﷺ

کونماز پڑھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحيح البخاري:821)

فائدہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ مکمل طور پر نبی کریم ﷺ کے طریقے کے مطابق نماز پڑھاتے تھے اور اس طریقہ نبوی ﷺ میں کسی قسم کی کوئی کمی و کوتاہی نہیں کرتے تھے۔

ائمہ کرام کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو نبوی نماز کے طریقہ کی راہنمائی کریں اور اس کے لیے احادیث مبارکہ کو خود بھی پڑھیں اور لوگوں کو بھی پڑھائیں۔ مثلاً:

كتاب الصلاة من صحيح البخاري اسی طرح دیگر کتب احادیث کی کتاب الصلاۃ کو خوب اچھی طرح پڑھ کر خود بھی عمل کیا جائے اور دوسروں کی بھی راہنمائی کی جائے۔

۳: أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَمَضْمَضَ، وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

حمران مولیٰ عثمان سے روایت ہے کہ انھوں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انھوں نے پانی کا برتن منگوایا، پھر اپنی ہتھیلیوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا، پھر انھیں دھویا، پھر انھوں نے اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈالا اور کلی کی اور ناک صاف کیا (ناک کو جھاڑا) پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا اور کہنیوں تک تین بار ہاتھ دھوئے (یعنی بازو دھوئے) پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک تین بار دھوئے اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میرے اس (وضو کی طرح) وضو کیا، پھر دو رکعت نماز پڑھی جس میں اپنے نفس میں کوئی بات نہ کرے (یعنی ادھر اُدھر کے خیالات میں مشغول نہ ہو) تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (صحيح البخاري: 159)

صحیح مسلم (227) میں یہ الفاظ ہیں: ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِيْ هَذَا . میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا۔

فائدہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وضو بھی عین اسی طرح کرتے جس طرح آپ ﷺ وضو کیا کرتے تھے۔

اسی طرح کا واقعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جس میں انھوں نے تعلیم و تربیت کے لیے وضو سکھایا اور وضو کے بعد فرمایا: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَعْلَمَ وُضُوءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ هَذَا . جسے پسند ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا وضو معلوم کرے تو یہی (رسول اللہ ﷺ کے وضو کا طریقہ) ہے۔ (سنن أبي داود: 111 وسنده صحيح)

٤: سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "أَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: ((**أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ**)) ثَلَاثًا ((**وَاللّٰهِ لَتُقِيمُنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ**)) قَالَ: فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَلْزَقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهِ وَكَعْبَهُ بِكَعْبِهِ . رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف اپنا رخ انور کیا، پھر فرمایا: "اپنی صفیں برابر کرلو۔" آپ ﷺ نے یہ بات تین دفعہ دھرائی۔ "اللہ کی قسم! (ایسا ضرور ہوگا) یا تم اپنی صفوں کو برابر رکھو گے یا اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں مخالفت پیدا کردے گا۔" سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اپنے گھٹنے کو اپنے ساتھی کے گھٹنے کے ساتھ اور اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملا کر جوڑ کر کھڑا ہوتا تھا۔ (سنن أبي داود:662، صحيح)

فائدہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں صف بندی بھی آپ ﷺ کے حکم کے مطابق کیا کرتے تھے اپنی مرضی سے فاصلہ رکھ کر دور دور یا آگے پیچھے نہیں کھڑے ہوتے تھے، لہٰذا ہمیں بھی اپنی مرضی چھوڑ کر سنت کے مطابق ہی صف بندی کرنی چاہیے۔

گزشتہ تمام دلائل اس نظریے کی مکمل تردید کرتے ہیں کہ نماز جس طرح مرضی پڑھی جائے، بلکہ نماز اس طرح پڑھنی چاہیے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہے اس میں اپنی مرضی کو دخل دینا کسی صورت درست نہیں ہے۔

ابو محمد عبداللہ اختر

خرم شہزاد صاحب اپنی تحریر کے آئینے میں

خرم شہزاد صاحب نے اپنی کتاب ''کیا خصی جانور کی قربانی سنت ہے (ص ۳۶)'' میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بیان کی، پھر اس کی سند کے راوی حفص بن غیاث سے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا: ''حفص بن غیاث مدلس ہیں اس روایت میں ''عن'' سے روایت کر رہے ہیں لیکن مستدرک الحاکم 153/5 میں انھوں نے اپنے سماع کی صراحت کر دی ہے'' (ص 37)

قارئین کرام! آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ خرم صاحب نے اصول حدیث کو محض اپنے مطلب کے لیے اور جھوٹ کے سہارے اپنے خود ساختہ اصول میں ڈھال کر ''مدلس راوی'' کا سماع ثابت کیا ہے کیونکہ حفص بن غیاث کا جعفر بن محمد سے سماع ثابت ہی نہیں، لہٰذا اس سلسلے میں ہم اپنی چند گزارشات پیش کرتے ہیں اور ان تمام احادیث کو سند کے ساتھ بیان کرتے جن میں یہ حدیث بیان ہوئی ہے:

۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ...... إلخ (سنن أبي داود:2796)

۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ االلّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: ضَحَّى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، ...... إلخ (سنن ابن ماجه:3128)

۳) حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ جَعْفَرِ ابْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِى سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ قَالَ:...... إلخ (سنن الترمذي:1496)

٤) أَخْبَرَنَا أَبُو يَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ جعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ :أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ......إلخ (صحيح ابن حبان:5902)

٥) أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْأَشَجُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: ......إلخ

(السنن الكبرٰى للنسائي:4464)

٦) أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ ،أنبأ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ دُحَيْمٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْحُنَيْنِيُّ، ثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ ، ثنا أَبِيْ، ح، وَأَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْقَاضِيْ، أنبأ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ، ثنا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، ثنا حَفْصُ يَعْنِى ابْنَ غِيَاثٍ، عَنْ جَعْفَرِ ابْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِى سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: ......إلخ

(السنن الكبرٰى للبيهقي:19086)

مذکورہ بالا سندوں میں خط کشیدہ میں ”حفص بن غیاث عن جعفر بن محمد“ ہے اور حفص بن غیاث مدلس راوی ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں۔خرم صاحب نے المستدرک للحاکم سے حفص بن غیاث کے سماع کی تصریح کا دعویٰ کیا ہے، جبکہ المستدرک للحاکم کے جتنے بھی نسخے طبع ہوئے ہیں، نیز مخطوطات کی رُو سے ہم مذکورہ مسئلے کی وضاحت اور موصوف کے دعوے کی حقیقت پیش کرتے ہیں۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحِ بْنِ هَانِئٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ يَعْقُوْبَ، الْعَدْلُ قَالَا: ثَنَا السَّرِيُّ بْنُ خُزَيْمَةَ، ثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ ثنا حَفْصِ بْنُ غِيَاثٍ، حَدَّثَنِي أَبِيْ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ:...... إلخ

(ط: دار الكتب العلمية، دار الحرمين، دار المعرفة، دائرة المعارف حيدر آباد الدكن)

مذکورہ بالا اداروں سے شائع کردہ نسخوں میں عمر بن حفص ثنا حفص بن غیاث ثنا ابی لکھا ہے جو کتابت یا کاتب کی غلطی کی وجہ سے ہے، کیونکہ ان سب نے ایک دوسرے کے نسخوں پر ہی

اعتماد کیا ہے، نیز امام ذہبی رحمہ اللہ نے تلخیص میں اس کی توضیح بھی کی ہے اور کہا: حفص بن غیاث عن جعفر بن محمد ہے، لیکن کسی بھی نسخے میں حفص بن غیاث ثنا جعفر بن محمد کا وجود ہی نہیں بلکہ حفص بن غیاث ثنا ابی لکھا ہوا ہے تو یہ حفص بن غیاث کا سماع جعفر بن محمد سے کیسے ثابت ہو گیا، لہٰذا یہ واضح علمی بد دیانتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ حفص بن غیاث کا اپنے والد سے روایت کرنا ثابت نہیں کیونکہ حفص بن غیاث اپنے دادا طلحہ بن معاویہ النخعی سے روایت کرتے ہیں۔ خرم صاحب سے سوال ہے کہ کیا حفص بن غیاث کے والد مستدرک کے راوی ہیں؟ اور اگر ہیں تو اس کی توثیق پیش کریں۔

تیسری بات یہ کہ عمر بن حفص ثنا حفص بن غیاث ثنا ابی کی سند بھی غلط ہے۔ ذیل میں اس کے متعلق معتبر حوالہ پیش خدمت ہے:

المستدرک للحاکم کا گزشتہ سال 2016 میں ایک نسخہ دار التاصیل سے شائع ہوا جس میں سند اور متن پر بے حد محنت کی گئی ہے اور متعدد مخطوطات کی مدد سے ایک زبردست نسخہ تیار کیا گیا ہے۔

الغرض اب تک جتنے بھی نسخے طبع ہوئے ہیں ان میں سب سے صحیح ترین نسخہ یہی ہے اور یہ بات علمائے کرام سے مخفی نہیں۔ اس میں سند یوں بیان ہوئی ہے: ''عمر بن حفص بن غیاص حدثنی ابی (حفص بن غیاث) عن جعفر بن محمد''۔ اس بات کی تصدیق امام ذہبی رحمہ اللہ کی تلخیص میں بھی موجود ہے، علاوہ ازیں مخطوط المستدرک للحاکم (جو مکتبہ ابی عبدالعزیز) کی مہر کے ساتھ موجود ہے اس میں بھی ''عمر بن حفص بن غیاث حدثنی ابی (حفص بن غیاث) عن جعفر بن محمد'' ہی لکھا ہے اور مخطوط تلخیص للذہبی میں بھی اسی طرح موجود ہے، علاوہ ازیں سند کی تائید السنن الکبریٰ للبیہقی سے بھی ہوتی ہے، جیسا کہ اوپر دو سندیں بیان ہوئی ہیں۔

الغرض دونوں طرح کی سندوں میں سے کسی ایک بھی سند سے حفص بن غیاث کا جعفر

بن محمد سے سماع ثابت ہی نہیں۔

نوٹ: بالفرض ہم خرم صاحب کی تحقیق ناقصہ سے اتفاق کر بھی لیں تب بھی یہ روایت خرم صاحب کے اپنے خود ساختہ اصول کے خلاف ہے کیونکہ خرم صاحب اپنی کتاب صحیح حصن المسلم (ص104) میں ابن جریج کی (المختارہ للمقدسی:1540) سے سماع کی تصریح کے لیے ایک اصول بیان کرتے ہیں: ''ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں راویوں میں سے کسی ایک کی یہ کارستانی ہے کہ ابن جریج نے ''قال اخبرنی'' نقل کر دیا ہے جبکہ متقدمین محدثین میں یہ روایت ''ابن جریج عن'' ہی معروف تھی'' بالکل اسی طرح زیر بحث روایت سے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ دونوں راویوں میں سے کسی ایک کی یہ کارستانی ہے کہ ''حفص بن غیاث حدثنی ابی'' نقل کر دیا، جبکہ متقدمین محدثین میں یہ روایت ''حفص بن غیاث عن جعفر بن محمد'' ہی معروف تھی۔ ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

طالب علم کا کردار

امام ابوبکر احمد بن علی المعروف الخطیب البغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

طالب علم کے لیے لازم ہے کہ وہ کھیل کود، فضولیات اور مجالس میں احمقانہ حرکتوں سے اجتناب کرے، مسخرے پن، قہقہوں، عجیب وغریب حرکتوں سے دور رہے، مزاح میں بھی حد سے تجاوز کرنا اور تمام تر وقت اسی مشغلے میں صرف کرنا بھی درست نہیں کیونکہ مزاح میں مقدار جائز ہے جو تھوڑی سی ہے، کسی موقع پر مناسب مسکراہٹ اور کسی عمدہ بات پر خوشی کا اظہار جو آداب کی حدود سے تجاوز نہ کرے اور علمی طرز وطریقہ تک محدود رہے، جائز ہے۔

جبکہ ایسا مزاح جو مسلسل جاری رہے، فحش کلامی وغیر مناسب حرکتوں کو جنم دے یا کسی کے سینے میں غصے کی آگ بھڑکائے اور جس کا انجام شر کے سوا کچھ نہ ہو، ایسا مزاح بلاشبہ مذموم ہے اور کثرت سے ہنسی مزاح ویسے بھی آدمی کی شان میں کمی کا باعث اور مروت کے خلاف ہے۔ (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ۱/۱۵۶)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

بعض لوگ مخالفت برائے مخالفت کے عادی ہوتے ہیں یا بغض کی آگ میں جل رہے ہوتے اور یہ آگ اس وقت خوب بھڑکتی ہے جب ان کے مخالف کی کوئی بات ان کے ہتھے چڑھ جائے خواہ جھوٹ ہی ہو۔اس کی ایک جھلک اس وقت دیکھنے کو ملی جب مرزا جہلمی نے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے خلاف ہرزہ سرائی کی تو یار لوگوں نے اس پر مرزا صاحب کی گرفت تو نہ کی، البتہ حسبِ عادت محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو آڑے ہاتھوں لیا اور سینے کا سارا کینہ زبان وقلم کے ذریعے سے باہر کیا، باوجود یکہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کئی مواقع اور انداز سے مرزا جہلمی سے برأت کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر حافظ عبدالباسط فہیم حفظہ اللہ مدرس مسجد نبوی نے ایک وٹس اپ گروپ میں واضح بھی کیا کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اپنی وفات سے تقریباً دو ماہ قبل جب عمرے کی سعادت کے لیے گئے تو وہاں شیخ رحمہ اللہ نے مرزا جہلمی سے برات کا اعلان کیا، وقتاً فوقتاً اپنے تلامذہ سے بھی اس بات کا اظہار کرتے رہتے تھے۔

ہم یہاں دو عمومی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا بھی مناسب سمجھتے ہیں:

(۱) مرزا محمد علی یہ تاثر دینے کی کوشش کرتا ہے کہ میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا شاگرد ہوں اور کئی عام وخاص اس تاثر کو قبول بھی کر لیتے ہیں، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کہ مرزا موصوف، شیخ رحمہ اللہ کا شاگرد ہے۔اس عارضی تعلق کا پس منظر یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شیخ رحمہ اللہ کی خدمت میں حضرو پہنچا، آپ سے بہت سے سوالات کیے جن کے جوابات سے مطمئن ہو کر مرزا صاحب نے اہل حدیث ہونے کا اعلان کیا۔ جو اس راہ کے راہی ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ نئے راہ حق قبول کرنے والے ساتھیوں کو کس قدر توجہ دی جاتی ہے، اسی بنا پر شیخ رحمہ اللہ نے بھی خصوصی توجہ دی اور یاد رہے کہ مرزا ہمیشہ اسی طرح ایک سائل ہی ہوتا جس طرح سینکڑوں لوگ روزانہ فون پر یا ملاقات کر کے اپنے سوالات کے جوابات حاصل کرتے تھے اور ان میں سے کبھی کسی نے شاگرد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

  

واضح رہے کہ جب تک مرزا محمد علی خود کو اہل حدیث کہتا رہا اور سلف صالحین کا قدردان رہا، شیخ رحمہ اللہ نے اس کی اصلاح کی غرض سے رابطہ برقرار رکھا لیکن جب یہ اہل حدیث اور اس کے منہج سے منحرف ہوگیا اور اصلاح کے پہلو معدوم ہوتے چلے گئے تو محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے نہ صرف رابطہ ختم کر دیا بلکہ برات کا اعلان بھی کر دیا، کیونکہ شیخ رحمہ اللہ غیور اہل حدیث تھے۔ وللہ الحمد

مدارس میں اساتذہ سے باقاعدہ پڑھنے والے اور فارغ التحصیل بھی بغاوت کی راہ اختیار کر لیتے اور منہج سلف سے منہ موڑ لیتے ہیں، سر سے پاؤں تک غیر اسلامی حلیہ بنا لیتے ہیں تو کیا ایسے میں ان مدارس یا اساتذہ کو مطعون کیا جا سکتا ہے؟ بالکل نہیں تو پھر مرزا محمد علی تو فقط ایک سائل تھا، اس کی نسبت محدث العصر کی طرف کر کے انھیں کس طرح مطعون کیا جا سکتا ہے؟ جبکہ شیخ رحمہ اللہ اس سے برأت کا اعلان بھی کر چکے ہوں۔ امید واثق ہے کہ اس وضاحت کے بعد یہ غلط فہمی دور ہو جائے گی کہ مرزا محمد علی، شیخ رحمہ اللہ کا شاگرد ہے، مزید براں بعد از برأت آپ کا اس سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رہا۔

(۲) اسے غلط فہمی کے بجائے بہتان کہنا ہی درست ہوگا کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی توہین کی، والعیاذ باللہ۔

ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو کے صفحات شاہد ہیں کہ جب بھی کسی غیر اہل حدیث نے شیخ الاسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کی کوشش کی تو محدث العصر نے اسے دندان شکن جواب دیا۔ شیخ الاسلام کی اربعین کو اردو ترجمے، عمدہ تحقیق اور علمی فوائد کے ساتھ شائع کیا جو مذکورہ بہتان لگانے والوں کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔ کتاب کے آغاز میں بھرپور محنت اور محبت سے شیخ الاسلام کے حالات و خدمات کو صفحہ قرطاس پر منتقل کیا، جسے ہم موجودہ صورت حال کے پیش نظر ماہنامہ اشاعۃ الحدیث کے صفحات کی زینت بنا رہے ہیں۔ (حافظ ندیم ظہیر)

شیخ الاسلام حافظ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مختصر و جامع تذکرہ درج ذیل ہے:

نام ونسب: تقی الدین ابو العباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن ابی القاسم الخضر بن محمد بن الخضر بن علی بن عبداللہ ابن تیمیہ الحرانی الشامی رحمہ اللہ

آپ کے والد مفتی شہاب الدین عبدالحلیم رحمہ اللہ بہت بڑے عالم تھے اور دادا شیخ الاسلام مجد الدین ابو البرکات عبدالسلام رحمہ اللہ (م۶۵۲ھ) نے بہت سی مفید کتابیں لکھیں مثلاً منتقی الاخبار یعنی المنتقیٰ من احادیث الاحکام وغیرہ۔

ولادت: ۱۰یا۱۲/ ربیع الاول ۶۶۱ھ بروز سوموار

اساتذہ: اسماعیل بن ابراہیم ابن ابی الیسر، احمد بن عبدالدائم المقدسی، الکمال ابن عبد، احمد بن ابی الخیر سلامہ بن ابراہیم، المجد محمد بن اسماعیل بن عثمان عرف ابن عساکر، برکات بن ابراہیم بن طاہر الخشوعی، یحییٰ بن منصور الصیرفی، قاسم بن ابی بکر بن قاسم بن غنیمہ الاربلی، ابو الغنائم مسلم بن محمد عرف ابن علان، فخر الدین ابن البخاری، مومل بن محمد البالسی اور احمد بن شیبان وغیرہم۔ رحمہم اللہ

تلامذہ: حافظ ذہبی، حافظ ابن کثیر، حافظ ابن القیم، حافظ ابن عبدالہادی، ابن الوردی، شمس الدین محمد بن احمد الاباہی اور ابو العباس احمد بن حسن بن عبداللہ بن محمد بن احمد بن قدامہ المقدسی وغیرہم۔ رحمہم اللہ

تصانیف: آپ کی تصانیف بہت زیادہ ہیں، جن میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

۱: الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول (ط یعنی مطبوع)

۲: منہاج السنۃ (ط)

۳: درء تعارض العقل والنقل (ط)

۴: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح (ط)

۵: کتاب الایمان (ط)

۶: کتاب النبوات (ط)

۷: العقیدۃ الواسطیہ (ط)



۸: اقتضاء الصراط المستقیم (ط)

۹: قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلہ (ط)

۱۰: الاستقامہ (ط)

۱۱: ابطال وحدۃ الوجود والرد علی القائلین بھا (ط)

۱۲: مسئلۃ صفات اللہ تعالیٰ وعلوہ علیٰ خلقہ (ط)

۱۳: کتاب الرد علی المنطقیین (ط)

۱۴: السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ (ط)

۱۵: الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان (ط)

۱۶: الکلم الطیب (ط)

۱۷: الرد علی الاخنائی (ط)

۱۸: الرد علی البکری (ط)

۱۹: فتاویٰ (ط)

۲۰: کتاب الاربعین، **وغیر ذلك من الکتب المفیدة**

کتاب الاربعین: حافظ ابن تیمیہ نے اپنے مختلف اساتذہ سے چالیس حدیثوں کا ایک گلدستہ مکمل اسانید ومتون کے ساتھ پیش کیا ہے جو علیحدہ بھی چھپا ہوا ہے اور فتاویٰ میں بھی مطبوع ہے۔

راقم الحروف نے اس کتاب کی عربی زبان میں مطول تخریج وتحقیق کافی عرصہ پہلی لکھی تھی اور اب اسے مختصر کر کے مع ترجمہ وفوائد قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس عمل کو قبول فرمائے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ، استاذ محترم حافظ عبدالحمید ازہر المدنی حفظہ اللہ، راقم الحروف، حافظ ندیم ظہیر اور محترم سرور عاصم حفظہم اللہ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

فضائل: جمہور محدثین وصحیح العقیدہ علمائے حق نے آپ کی تعریف وتوثیق کی ہے اور آپ

کے فضائل بے حد و بے شمار ہیں، بلکہ بہت سے کبار علماء نے آپ کو شیخ الاسلام کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ مثلاً:

۱: حافظ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) کے شاگرد حافظ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) نے ابن تیمیہ کے بارے میں لکھا:

" الشيخ الإمام العلامة الحافظ الناقد (الفقيه) المجتهد المفسر البارع شيخ الإسلام علم الزهاد نادرة العصر ... " (تذکرۃ الحفاظ ۱۴۹۶/۴ ت ۱۱۷۵)

اور لکھا: "الإمام العالم المفسر الفقيه المجتهد الحافظ المحدث شيخ الإسلام نادرة العصر ، ذو التصانيف الباهرة و الذكاء المفرط "

(ذیل تاریخ الاسلام للذہبی ص ۳۲۴)

اور لکھا: "شيخنا الإمام " (معجم الشیوخ ۵۶/۱ ت ۴۰)

معلوم ہوا کہ حافظ ذہبی انھیں امام اور شیخ الاسلام سمجھتے تھے۔

۲: حافظ ابن تیمیہ کے شاگرد حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) نے لکھا:

" وفاة شيخ الإسلام أبى العباس تقي الدين أحمد بن تيمية "

(البدایہ والنہایہ ۱۴۱/۱۴ وفیات ۷۲۸ھ)

۳: شیخ علم الدین ابو محمد القاسم بن محمد بن البرزالی الشافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۳۹ھ) نے اپنی تاریخ میں کہا: " الشيخ الإمام العالم العلم العلامة الفقيه الحافظ الزاهد العابد المجاهد القدوة شيخ الإسلام " (البدایہ والنہایہ ۱۴۱/۱۴)

نیز دیکھئے العقود الدریہ ص ۲۴۶

۴: حافظ ابن تیمیہ کے شاگرد حافظ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدسی الحنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۴ھ) نے " العقود الدرية من مناقب شيخ الإسلام أحمد بن تيمية " کے نام سے ایک کتاب لکھی جو ۳۵۳ صفحات پر مطبعۃ المدنی قاہرہ مصر سے مطبوع ہے اور ہمارے پاس موجود ہے۔ والحمد للہ

اس کتاب میں ابن عبدالہادی نے کہا:

''هو الشيخ الإمام الرباني، إمام الأئمة ومفتى الأمة وبحر العلوم ، سيد الحفاظ و فارس المعاني و الألفاظ ، فريد العصر و قريع الدهر ، شيخ الإسلام بركة الأنام وعلامة الزمان و ترجمان القرآن ، علم الزهاد و أوحد العباد، قامع المبتدعين و آخر المجتهدين '' (العقود الدریہ ص۳)

۵: حافظ ابوالفتح ابن سید الناس الیعمری المصری رحمہ اللہ (متوفی ۷۳۴ھ) نے حافظ جمال الدین ابوالحجاج المزی رحمہ اللہ کے تذکرے میں کہا:

'' وهو الذي حداني علٰى رؤية الشيخ الإمام شيخ الإسلام تقى الدين أبي العباس أحمد... '' (العقود الدریہ ص۹)

۶: کمال الدین ابوالمعالی محمد بن ابی الحسن الزملکانی (متوفی ۷۲۷ھ) نے حافظ ابن تیمیہ کی کتاب: ''بيان الدليل علٰى بطلان التحليل '' پر اپنے ہاتھ سے لکھا:

'' الشيخ السيد الإمام العالم العلامة الأوحد البارع الحافظ الزاهد الورع القدوة الكامل العارف تقى الدين ، شيخ الإسلام مفتى الأنام سيد العلماء ، قدوة الأئمة الفضلاء ناصر السنة قامع البدعة حجة اللّٰه على العباد في عصره ، رادّ أهل الزيغ والعناد ، أوحدالعلماء العاملين آخر المجتهدين ''

(العقود الدریہ ص۸، الرد الوافر لابن ناصر الدین الدمشقی ص۱۰۴، واللفظ لہ)

۷: ابوعبداللہ محمد بن الصفی عثمان بن الحریری الانصاری الحنفی (متوفی ۷۲۸ھ) فرماتے تھے: '' إن لم يكن ابن تيمية شيخ الإسلام فمن ؟ ''

اگر ابن تیمیہ شیخ الاسلام نہیں تو پھر کون ہے؟ (الرد الوافر لابن ناصر الدین ص۹۸، ۵۶)

۸: ابوعبداللہ محمد بن محمد بن ابی بکر بن ابی العباس احمد بن عبدالدائم المعروف بابن عبدالدائم المقدسی الصالحی (متوفی ۷۷۵ھ) نے حافظ ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہا۔

دیکھئے الرد الوافر (ص۶۱)

۹:   شمس الدین ابوبکر محمد بن محبّ الدین ابی محمد عبداللہ بن المحب عبداللہ الصالحی الحنبلی المعروف بابن المحب الصامت نے اپنے ہاتھ سے لکھا: ''شيخنا الإمام الرباني شيخ الإسلام إمام الأعلام بحر العلوم والمعارف '' (الرد الوافر ص۹۱)

۱۰:   حافظ ابن تیمیہ کے مشہور شاگرد حافظ ابن القیم الجوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ) نے اُن کے بارے میں کہا: ''شيخ الإسلام '' (اعلام الموقعین ج۲ ص۲۴۱ طبع دار الجیل بیروت)

ان دس حوالوں کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں جن میں حافظ ابن تیمیہ کی بیحد تعریف کی گئی ہے یا انھیں شیخ الاسلام کے عظیم الشان لقب سے یاد کیا گیا ہے مثلاً:

حافظ ابن رجب الحنبلی (متوفی ۷۹۵ھ) نے کہا:

'' الإمام الفقيه المجتهد المحدث الحافظ المفسر الأصولى الزاهد تقي الدين أبو العباس شيخ الإسلام و علم الأعلام ... '' (الذیل علیٰ طبقات الحنابلۃ ۲/۳۸۷ ت ۳۹۵)

ابن العماد الحنبلی نے کہا: '' شيخ الإسلام ... الحنبلى بل المجتهد المطلق ''

(شذرات الذہب ۶/۸۱)

تہذیب الکمال اور تحفۃ الاشراف کے مصنف حافظ ابو الحجاج المزی رحمہ اللہ نے فرمایا:

'' ما رأيت مثله، ولا رأى هو مثل نفسه و ما رأيت أحدًا أعلم الكتاب الله وسنة رسوله ولا أتبع لهما منه '' میں نے اُن جیسا کوئی نہیں دیکھا اور نہ انھوں نے اپنے جیسا کوئی دیکھا، میں نے کتاب اللہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کا اُن سے بڑا عالم نہیں دیکھا اور نہ اُن سے زیادہ کتاب وسنت کی اتباع کرنے والا کوئی دیکھا ہے۔

(العقود الدریہ ص ۷ تصنیف الامام ابن عبد الہادی تلمیذ الحافظ المزی رحمہما اللہ)

ان گواہیوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ابن تیمیہ اہلِ سنت و جماعت کے کبار علماء میں سے تھے اور شیخ الاسلام تھے۔

نیز ملا علی قاری حنفی نے لکھا ہے:

''و من طالع شرح منازل السائرين تبين له أنهما من أكابر أهل السنة

  

والجماعة و من أولياء هذه الأمة.“

جس نے منازل السائرین کی شرح کا مطالعہ کیا تو اس پر واضح ہو گیا کہ وہ دونوں (حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم رحمہما اللہ) اہلِ سنت والجماعت کے اکابر میں سے اور اس اُمت کے اولیاء میں سے تھے۔ (جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج ا ص ۲۰۷)

آپ کے مفصل حالات اور سیرتِ طیبہ کے لئے دیکھئے:

ا: تذکرۃ الحفاظ للذہبی (۴/ ۱۴۹۶۔۱۴۹۸) وتاریخ الاسلام لہ (۵۳/ ۲۲۳۔۲۲۶)

۲: العقود الدریہ لابن عبدالہادی

۳: البدایہ والنہایہ لابن کثیر

۴: القول الجلی لمحمد بن احمد البخاری

۵: الکواکب الدریہ لمرعی بن یوسف

۶: الاعلام العلیہ لعمر بن علی البزار

۷: الرد الوافر لابن ناصر الدین والتبیان لبدیعۃ البیان لہ (۳/ ۱۴۶۱۔۱۴۶۶)

۸: الذیل علیٰ طبقات الحنابلہ لابن رجب (۲/ ۳۸۷)

۹: فوات الوفیات والذیل علیہا لمحمد بن شاکر الکتبی (۱/ ۷۴ ت ۳۴)

وقال: ”شیخ الاسلام“

۱۰: امام ابن تیمیہ، تصنیف: محمد یوسف کوکن عمری **وغیر ذلك**

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو حافظ ذہبی وغیرہ نے **”المجتہد“** قرار دیا اور خود حافظ ابن تیمیہ نے فرمایا: **”إنما أتناول ما أتناول منها علىٰ معرفتي بمذهب أحمد، لا علىٰ تقليدي له.“** میں احمد (بن حنبل) کے مسلک میں سے وہی لیتا ہوں جسے میں (دلائل کی رُو سے) جانتا ہوں، میں آپ کی تقلید نہیں کرتا۔ (اعلام الموقعین لابن القیم ۲/ ۲۴۱۔۲۴۲)

وفات: ۲۰/ ذوالقعدہ ۷۲۸ھ بمقام قلعہ دمشق بحالت قید۔

یعنی آپ کا جنازہ جیل ہی سے جائے تدفین تک گیا۔ **رحمه الله و أدخله الجنة**

جمع وترتیب: محمد ارشد کمال

القول القوی فی نقد الرجال
للشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مولانا محمد ارشد کمال حفظہ اللہ، ہمارے علم دوست بھائی ہیں۔ تالیف وتصنیف ان کا بہترین شغل ہے، عذاب قبر جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل معلومات عوام وخواص تک پہنچا چکے ہیں۔ مسند الشھاب جیسی ضخیم کتاب کا ترجمہ وفوائد بھی ان کے قلم سے منظر عام پر آچکے ہیں۔ زیرِنظر تالیف ''القول القوي في نقد الرجال للشیخ زبیر علي زئی'' انھوں نے محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی زندگی ہی میں ترتیب دی اور آپ نے اس پر معمولی نظر ثانی بھی فرمائی۔ شیخ رحمہ اللہ نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ میں اسے ایک دفعہ مزید پڑھوں گا، پھر فائنل آپ کر دینا، میں نے ہامی بھری لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد شیخ رحمہ اللہ بیمار ہوگئے اور اسی بیماری میں وفات پا گئے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون

اس طرح یہ مسودہ تاخیر در تاخیر کا شکار ہوگیا۔ اب بعض احباب کے مشورے سے اسے مستقل طور پر اشاعۃ الحدیث میں شائع کیا جائے گا جو علمی فائدے کے ساتھ ساتھ مراجعت کا بھی بہترین ذریعہ ثابت ہوگا۔ ان شاءاللہ (حافظ ندیم ظہیر)

باب: من اسمه: أبان، آباء

① أَبان بن عبدالله الرقاشي

ضعيف (تحفة الاقوياء، ص: ١٩)

② أبان بن أبي عياش البصري

كذاب (الحديث: ٢/ ١٦) متروك (انوار الصحيفة، ص: ٢٨) ضعيف جدًا، متروك (تحفة الاقوياء، ص: ٢٠)۔

③ أبان بن جبلة، أبو عبدالرحمن الكوفي

ضعيف جدًا، لا تحل الرواية عنه (تحفة الاقوياء، ص: ١٩)۔

④ أبان بن صالح بن عمير بن عبيد القرشي المدني

لم يسمع من الحسن (انوار الصحيفة، ص: ٥٢٠)۔

⑤ أبان بن طارق البصري

مجهول الحال (انوار الصحيفة، ص:١٣٢)۔

⑥ أبان بن عثمان بن عفان القرشي

ثقة تابعي (الاتحاف، ص: ٦٤٢)۔ ثقة عند الشيعة (الحديث: ١٦/٥١)

⑦ أبان بن يزيد العطار البصري، أبو يزيد

من رجال الصحيحين، ثقة و صدوق عند جمهور المحدثين (الحديث: ٩٥/١٣)

⑧ أباء بن جعفر، ابو سعيد، شيخ بصري

كذاب (الحديث: ٢٧/ ٦١)

رمضان اور ایمان

۱) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جس نے حالتِ ایمان میں ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے، اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (صحيح البخاري: ٣٨)

۲) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے حالتِ ایمان میں ثواب کی نیت سے قیام رمضان کیا تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (صحيح البخاري: ٣٧)

۳) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے حالتِ ایمان میں ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر کا قیام کیا، اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (صحيح البخاري: ١٩٠١)

MONTHLY ISHA'AT **AlHadith** HAZRO



- قرآن و حدیث اور اجماع کی برتری
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- علمی، تحقیقی و معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح و حسن احادیث سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب و سنت کی طرف والہانہ دعوت
- مخالفین کتاب و سنت اور اہل باطل پر علم و متانت کے ساتھ بہترین و با دلائل رد
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- قرآن و حدیث کے ذریعے سے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''اشاعة الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کرکے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ رائے اور مفید مشورے کا قدر و تشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔

مکتبۃ الحدیث
حضرو، اٹک پاکستان

ishaatulhadith@gmail.com
ishaatulhadith.com ishaatulhadith
0300-8663828